

## بس اک دل سنبھال رکھنا..... سیدہ گل بانو

پچھلے کچھ روز سے موسم بہت خوبصورت تھا۔ گرمی اور صبح کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ خوش گوار ہوا کہیں فضاؤں میں سکون اور دلکشی کھول رہی تھیں۔ صبح کا اجالا بہت ملیح و سہا م تھا۔ فضا طمانیت بخش تھی اور ہوا کہیں مشکبار۔ مومن اور امین ایک ساتھ گھر میں داخل ہوئے تو پرندوں کی چچہاہٹ نے ان کا استقبال کیا۔ اپریل کی یہ صبح بہار کی تمام تر توانا زگی اور سحر انگیزی اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی۔

”صبح بخیر چچی جان.....“ مومن نے گھر کی دہلیز سے قدم اندر رکھتے ہی صدا لگائی۔

”گڈ مارنگ! آئی.....“ امین بھی اپنے مخصوص انداز میں گنگنایا۔

”صبح بخیر بیٹا، آ جاؤ دھری.....“ یہاں ہوں میں باورچی خانے میں۔“ نور بی بی ہنسی آواز لگا کر ان کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو وہ دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتے کچن میں ہی چلے آئے۔ آج وہ دونوں یہاں آنے میں کچھ لیٹ ہو گئے تھے۔

”تم دونوں کو یہاں آنے میں آج کچھ دیر نہیں ہو گئی۔“ سنڈے والے دن وہ بطور خاص ماشتے کے لیے دھری آتے تھے۔

”جی چچی جان آج مومن کچھ دیر سے سوکراٹھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک خوبصورت سپنا دیکھ رہا تھا۔“ امین گوجھے کی باتیں کرنے کی عادت تھی۔ نور بی بی نے اسے شفقت سے گھورا۔

”خواب یہ دیکھ رہا تھا۔ تم تو نہیں۔ تم اسے جگا دیتے۔“

”کیا آج ماشتہ نہیں ملے گا۔“ امین کو ماشتے کی فکر ہو گئی۔

”ملے گا ضرور ملے گا مگر بیٹا ماشتہ تو اپنے وقت پر اچھا لگتا۔“ باب دس بج چکے ہیں۔“

”اچھا آئندہ خیال رکھیں گے سوری۔ اب پلیز جلدی سے دے دیں۔“ امین معذرت بھرے انداز میں ماشتے کے لیے مچلا تو نور بی بی مسکرا کر ان دونوں کے لیے ماشتہ بنانے میں مصروف

ہو گئیں۔ جو تقریباً تیار ہی تھا بس گرما گرم پرائے بنائے تھے۔

”سنو..... اب اس کو منانا تمہارا کام ہے۔“ امین نے مومن کے کان میں سرگوشی کی۔ مومن جو رات سے ہی چڑا ہوا تھا۔ اب بھی اندر ہی اندر رنج ہو کر رہ گیا لیکن اس پر کچھ ظاہر نہ کیا صرف اثبات میں سر ہلا دیا۔“

”وہ تمہاری بات مان لے گی۔“ امین نے اپنی بے چینی کا اس کی جانب سے مثبت جواب پا کر پھر اس کے کان میں گھس پھر کی۔

”تم اسے قائل کر سکتے ہو..... آئی شیور۔“

”اچھا بابا میں کوشش کرتا ہوں..... ہو جائے گا کچھ نہ کچھ۔“ مومن خود کو پرسکون رکھتے ہوئے غصے سے بولا۔

”اُوئے نہیں یار..... یہ کوشش کو تو تم بیچ میں نہ ہی لاؤ..... کچھ نہ کچھ نہیں، سب کچھ ڈن اور ایک دم اے ون ہونا چاہیے۔“ امین بہت پر جوش تھا اور حد سے زیادہ بے صبر ابھی۔

”اچھا ماں..... اب ٹوٹھیک سے بیٹھ..... میری گود میں کیا کرنے آ رہا ہے۔“ خود پر ضبط رکھتے رہ گئے بھی مومن جھلا گیا۔

امین اپنی بے چینی اور تجسس سے مجبور گھنٹوں سمیت اس کے ساتھ تقریباً جڑا جا رہا تھا۔ اس کی سرزنش پر امین چپہ چڑھ کر خود کو سمیٹ کر بیٹھ گیا۔

”اوہ سوری..... تم..... سکون سے بیٹھو..... پریشانی والی کیا بات ہے..... مجھے یقین ہے سو فیصد یقین کہ بات بن جائے گی..... بن جائے گی ماں؟“ امین نے جیسے خود کو حوصلہ دیتے دیتے

پھر اس سے بات بن جانے کی تصدیق یابا ت بنانے کا وعدہ چاہا، پر مومن نے اس بار پھر اس کے ساتھ پہلو بھی بدل لیا۔ اس کا امین سے مزید اس موضوع پر بات کرنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔

”گدھا کہیں کا..... الو کی دُم..... اس نے دل ہی دل میں اس کی بے نیازی کا بدلہ کوس کر لیا۔

جبکہ دوسری جانب بے نیاز بیٹھا مومن اندر سے مضطرب تھا۔ اس کے ذہن میں امنڈتی سوچیں اسے مشغول کر رہی تھیں۔ امین نے اسے ایک نظر بغور دیکھا۔ صاف دکھائی دیتا تھا کہ وہ کسی

گہری سوچ میں تھا۔ آخر یہ کیا سوچ رہا ہے؟ اس نے اندازہ لگایا پھر سر جھٹک کر نور بی بی کے تیزی سے مصروف عمل ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔

مومن سوچ رہا تھا کہ تھوڑی دیر بعد کیا ہونے والا ہے.....؟ وہ جانتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد کیا ہونے والا ہے؟ امین تو مانتے سے فارغ ہو کر یہاں سے چلا گیا اور نور بی بی کچھ اور ضروری کام نمٹانے کے بعد پڑوس میں کچھ وقت گزارنے چلی گئیں۔

پڑوس میں اپنی فیملی کے ساتھ قیام پذیر راحت بیگم سے ان کی دوستی جوانی کے زمانے سے آج تک قائم تھی۔ سنڈے والے دن بطور خاص وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنی طرف مدعو کرتی تھیں۔ یہ ان دونوں کا معمول تھا اور اس سنڈے کو نور بی بی ان کی طرف مدعو تھیں۔ چھ جاتے جاتے بیٹیوں کو کھر میں مومن کی موجودگی سے باخبر کر گئی تھیں۔ ان کے جاتے ہی مومن ان سب کے زنگے میں تھا۔ وہ چاروں اپنے کمروں سے نکل کر اس کے سامنے تھیں۔

”آج تو بہت دیر سے تشریف آوری ہوئی تم دونوں کی۔“

کیا واپس چلا جاؤں؟“ وہ اسارا کی بات کے جواب میں بولا۔

”تو بہت بے میں نے یہ کب کہا؟“ اس کے سامنے والے صوفے پر اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹی بیٹھی اسارا نے فوراً کہا۔

”تو کہہ دو..... یہاں کون ہے تمہیں روکنے والا؟ ونیزہ کہاں ہے؟“ اسارا کی بات کے جواب میں پھر شرارت سے مسکرا کے اس پر چوٹ کرنے کے ساتھ ہی ونیزہ کے بارے میں پوچھا جو

ابھی ان تینوں کے ساتھ ہی ادھر جلوہ گر ہوئی تھی اور ایک ہی پل میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اسارا مومن کی بات پر ہنس دی۔

”اپنے کمرے میں گئی ہے شاید..... آج زینہ کی منگنی کا فنکشن جہاں اسی کی تیاری میں مصروف ہوگی۔“ اسارا سے چھوٹی زارا نے بتایا۔

”کون کون یہ فنکشن ائینڈ کرنے جائے گا۔؟“

”وہی جائے گی اکیلی.....“ راحمہ نے مومن کے سوال کا مختصر جواب دیا۔

مومن چپ ہو گیا مگر اس کے دماغ میں ایک شور اس کے اعصاب کو کمزور کرنے لگا تھا۔ اس کے برابر بیٹھی راحمہ بوئی۔

”آپ لُنج کر کے جائے گا۔“ ان تینوں سے چھوٹی راحمہ کو اس کا ہمیشہ ہی خیال رہتا تھا۔

”اگر لُنج تک یہاں ٹھہر سکا تو..... ویسے آج کیا خاص کھلاؤ گی؟“ مومن نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلا کے پوچھا۔

”جو بھی آپ چاہیں۔“ وہ غلو ص دل سے اس کی فرمائش پوری کرنے کو تیار تھی۔ وہ اس کا سر تھپک کر ہنستے ہوئے اٹھا۔

”فی الحال تو مجھے خود پتہ نہیں کہ میں ابھی کتنی دیر اور یہاں ٹھہروں گا..... دیکھتے ہیں۔ ابھی تو لُنج میں کافی وقت ہے۔ مجھے ونیزہ سے ایک ضروری بات کرنی ہے..... بس ابھی آیا۔“

”اوہواتنی زحمت..... اس کو ادھر بلا لیتے ہیں۔“ زارا اس کے احترام میں بوئی مگر اس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

”کوئی بات نہیں..... میں ہی چلا جاتا ہوں.....“

”خیریت تو ہے..... کیا کوئی خاص بات ہے؟“ اسارا کو تجسس ہوا۔

Rancha

”ابھی آ کر بتا دوں گا..... ویٹ پلینز۔“ وہ ان کی نظروں اور سوالوں سے بچتا ونیزہ کی تلاش میں چل پڑا..... وہ بھینا اپنے کمرے میں ہی تھی۔ بند دروازے کے اس پار کھٹ پٹ کی آوازیں

سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔

”کون ہے..... آ جاؤ؟“ ونیزہ کا انداز مصروف سا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

”ارے آپ.....“ وہ اسے دیکھ کر چونکی۔ وہ تو سمجھی کہ بہنوں میں سے کوئی ہوگی۔ اسے سامنے دیکھ کر فوراً دوپٹے کے لیے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ دوپٹہ بستر کے کنارے بے ترتیب سا جھول رہا تھا۔

”خیریت مجھے بلوالیا ہوتا۔“ وہ دوپٹہ لٹیک سے شانوں پر پھیلاتے ہوئے مخاطب ہوئی۔

مومن اسے سنبھلنے کا موقع دینے کی غرض سے اس کے بیڈ کے دوسری سمت پر اے صوفے پر بکھرے ملبوسات کی چمک دمک اور رنگوں کی بہار کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ مخاطب ہوئی تو ایرلیوں پر گھوم کر وہ اس کی سمت متوجہ ہوا۔

”کیا تم ابھی کچھ دیر کے لیے فارغ ہو؟“ مومن نے پوچھا۔

”خیریت.....؟“ فارغ تو نہیں مگر کچھ وقت نکالا جاسکتا ہے۔“ وہ اسے خوش کر دینے والے انداز میں چہکی، اس کی اس بات پر ایک مسرت آمیز مسکراہٹ اس کے چہرے پر لمحہ بھر کے لیے بکھری۔

”کیا ہم دونوں کچھ دیر بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟“

”ارے ہاں کیوں نہیں..... آپ پلیز بیٹھیے..... یا پھر ہمیں لاؤنج میں چلنا چاہیے۔“ ونیزہ نے پہلے قریبی صوفے کی سمت اشارہ کیا پھر کسی خیال سے لاؤنج میں چلنے کو کہا۔ مومن ہاتھ کے اشارے سے نفی کا اظہار کر کے صوفے کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔

”نہیں..... کہیں اور نہیں..... یہیں بات کر لیتے ہیں..... باہر ہمیں تنہائی میسر نہیں ہوگی..... مجھے تم سے اکیلے میں بات کرنی ہے..... بیٹھو تم بھی وہ صوفے میں دھنس کر پرسکون انداز میں بول رہا تھا۔“

”آپ بات شروع کریں..... جب تک میں یہ سارا جھنجھٹ سمیٹ لوں۔ آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ کیسی پھوہڑ لڑکی ہے۔“ وہ صوفے پر بکھرے کپڑوں کو سمیٹنے کی غرض سے بڑھی جہاں بائیں سمت والے صوفے پر مومن براجمان تھا۔

”..... یہ تم بعد میں سمیٹ لینا..... میں جانتا ہوں کہ اس وقت میں ایک انتہائی سلیقہ مند، نگہ لڑکی کے کمرے میں موجود ہوں۔“

”آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟“ ونیزہ نجل ہو گئی۔

”میری کیا مجال.....“ وہ مسکرایا پھر کہنے لگا۔

”بس تم یہاں سکون سے بیٹھ کر اپنا کچھ وقت مجھے دے دو..... میں کوشش کروں گا کہ تمہارا زیادہ وقت نہ لوں۔“

”اے ایسی بھی کوئی بات نہیں..... میں یہ سب بعد میں سمیٹ لوں گی۔ یہ لیجیے..... بیٹھ گئی ہیں..... مجھے کافی تجسس ہو رہا ہے کہ آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”بات کچھ خاص تو نہیں پر..... اگر سوچو تو خاص ہے بھی.....“ مومن نے کہا۔

”آپ پلیز بتائیے تو.....“ اس کے الجھے ہوئے انداز نے ونیزہ کے تجسس کو ہوا دی۔

”وعدہ کرو کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گی۔“

”اوہ تو..... آپ کا یقیناً کوئی تقاضا ہے..... پر کیا؟“ وہ چونکی ہو گئی۔

مومن نے شہادت کی انگلی کی پور سے کنپٹی کو سہلایا اور پھر ایک ہاتھ گھٹنے پر رکھ کر دوسرا بازو صوفے پر پھیلا لیا۔

”جو میں تم سے چاہتا ہوں اس کے پیچھے میرا ذاتی مقصد کچھ بھی نہیں..... ہاں مگر زندگی میں کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے ارد گرد کے رشتوں میں اپنی ذات کی تقسیم کے ساتھ کچھ یوں بٹے

ہوئے ہوتے ہیں کہ بعض اوقات جو ہم نہیں بھی کرنا چاہتے، وہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں..... یایوں کہہ لو کہ وہی ہم سے سرزد ہو جاتا ہے۔“

”کیا..... کیا سرزد ہو گیا آپ سے؟“ ونیزہ بہت غور سے اسے دیکھ اور سن رہی تھی۔

”جوابات میں تم کو کہنے جا رہا ہوں، ہو سکتا ہے وہ تمہیں چھپی نہ لگے..... اور ہمیشہ کی طرح آج بھی تم کو بری ہی لگے۔“ مومن نے پرسکون مگر قدرے الجھے ہوئے انداز میں تمہید باندھی۔

”اگر آپ کا اشارہ زرش کی بات کی طرف ہے پھر تو واقعی آپ اس قصے کو نہ چھیڑیں۔“

”پرویزہ.....“ مومن اسے قائل کرنے والے انداز میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔

”پلیز مومن بھائی میں اس معاملے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ کسی صورت نہیں۔“ ونیزہ نے اسے مزید آگے کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔

”مدد کر نہیں سکتی یا کرنا نہیں چاہتی۔“ اس نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ نظریں چرا رہی تھی۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد مومن نے پھر تمہید باندھی۔

”بات سنو..... کسی کی مدد کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہوتا جب کہ ایسا کرتے ہوئے ہمارا ذاتی طور پر کچھ نقصان بھی نہ ہو رہا ہو۔“

”میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں..... یقین کریں آپ میری بات کا..... ورنہ مجھے اس سارے قصے میں ذاتی طور پر کسی سے کوئی پر خاش نہیں ہے۔ آپ دونوں میری بات کو سمجھنے کی کوشش

کیوں نہیں کرتے۔“

”اگر تم اس تھیٹر کے لیے امین کی کسی حد تک ہیلپ کر دو گی تو تمہارا تو کچھ بگڑ نہیں جائے گا لیکن وہ سمجھتا ہے کہ اس کا فیوچر ضرور کچھ چمک جائے گا۔“ وہ عام سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

”کچھ نہیں..... بہت..... بہت روشن ہو جائے گا اس کا فیوچر۔“ ونیزہ نے حسب توقع بھرپور طریقے سے ہمیشہ والے تہنیں کے ساتھ مضبوط لہجے میں جیسے دعویٰ کیا۔ مومن نے اس کی طرف

سے نظر پھیر کے ابد واچکا تے ہوئے لمحے بھر کے لیے لب سمیٹ کر ایک گہری سانس سینے میں بھر کر باہر دھکیلی۔ اس کے ہر تیور پر، ہر انداز سے بیزار اور بے نیازی جھٹک رہی تھی۔

”معلوم نہیں..... تمہارا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے..... میں کچھ کہہ نہیں سکتا..... میں نہیں جانتا اس راستے کا انتخاب کرنے کے بعد امین کا فیوچر ترقی کے اجالوں کی طرف سفر کرے گا کہ گننام کر دینے والی ناریک شاہراہوں کی جانب جن کا اختتام پچھتاؤں کی گہری کھائیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔“

”حیرت ہے..... آپ اس قسم کے خیالات رکھنے کے باوجود بھی چاہتے ہیں کہ میں ان کی ہیلپ کروں۔ آپ کی ناپسندیدگی کے باوجود بھی۔“ ونیزہ طنز یہ مسکراہٹ کو اپنے چہرے پر بکھرنے سے ندرک سکی تو اس نے اس مسکراہٹ کو گہری ہونے دیا۔ اس کے طنز بھرے الفاظ پر اضطراب سے پہلو بدلتے مومن نے دانستہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز ہی کیا تھا۔

”عنقریب آپ کی شادی ہونے والی ہے..... وہ دن دور نہیں جب زرش آپ کی زندگی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آ جائے گی پھر تو آپ خود بھی امین کی ہیلپ کے لیے بہترین معاون ثابت ہو سکیں گے، بغیر میری کسی بھی قسم کی مدد کے۔“ ونیزہ نے اس کے چہرے کے تاثرات چھپ گئی نظر رکھ کر قصداً موضوع کا رخ اس سمت موڑا جہاں شاید وہ کسی بھی بحث و مباحثے کی خواہش نہیں رکھتا تھا۔ اسی لیے ونیزہ کی بات پر اس کے چہرے کے تاثرات نے فوراً ہی سرورہری کو اپنے اندر جذب کیا۔

”زش بہت اچھی لڑکی ہے۔“ ونیزہ کا اس موضوع کو طوالت دینے کا موڈ تھا۔ اس نے زرش کی تعریف کی۔ مومن بغیر کسی رد عمل کے خاموش رہا۔

”اوپر آپ تو اس سے بھی کہیں زیادہ اچھے ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کی خواہشات کا احترام کیا۔“ ونیزہ شہ سے بھی سراہا۔

”زش اچھی لڑکی ہے..... اس کے لیے انکار کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا تھا۔“ مومن نے سرسری تعریف کی۔

”میرا خیال ہے میں اب چلوں..... تمہارا تو ہمارے ساتھ کسی طرح کے تعاون کا کوئی موڈ نہیں لگتا۔“ سابقہ لہجے میں بات کرتے ہوئے اس نے کھڑے ہو کر ہلکا سا شکوہ کیا پھر کسی جواب یا سوال کا موقع دیے بغیر وہاں سے جانے لگا۔ تبھی اس کے لیے ایک راستہ کھولتے ہوئے ونیزہ نے اسے مخاطب کیا۔

”مومن بھائی! اگر آپ خود زرش سے بات کر لیں تو شاید وہ آپ کی بات کو زیادہ اہمیت دے۔“



”شاید نہیں، یقیناً۔“ مومن فوراً بولا۔ اس کے لب و لہجے میں عجب مضبوطی دہرائی۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے وہ کوئی عذر پیش کر کے، کوئی مجبوری ظاہر کر کے انکار کر دے۔“ بے ساختہ، بے ارادہ و نیزہ کے منہ سے نکل گیا۔

”نہیں، وہ انکار نہیں کر سکتی کیوں کہ وہ میری کسی بات سے انکار نہیں کیا کرتی۔ وہ جانتی ہے میں بہت مجبوری میں اس سے کوئی تقاضا کرتا ہوں، اس لیے وہ اسے پورا کرنے کی ٹھان لیتی ہے۔“

”آپ بھی تو اس سے اپنی بات منوانے کی ٹھان کر اس سے تقاضا کرتے ہیں۔“

”کیا یہ بات تم سے زرش نے کہی۔“

”نہیں نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔ میں تو بس یونہی آپ سے مذاق میں یہ سب کہہ رہی ہوں۔“ و نیزہ نے قدرے گھبرا کر وضاحت پیش کی۔

”چلتا ہوں۔“ وہ اب کے پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ صورت کے ساتھ مختصراً کہتا وہاں سے چلا گیا۔

”افوہ ایک تو و نیزہ بی بی تمہاری زبان بھی.....“ و نیزہ اپنے سر پر چپت لگا کر اپنی جلد بازی پر متاسف ہوئی۔

شام کو زرش کی کال آ گئی۔ اس نے اسے فوراً اپنے پاس طلب کیا تھا۔

”یہ بندہ دن بدن میری مداخلت سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔“ زرش بولی وہ بے چین اور مضطرب سی ٹہل رہی تھی۔

”تم انکار بھی تو کر سکتی ہو.....“ و نیزہ کو اس کی بے چینی پریشان کر رہی تھی۔

”انکار کا مطلب سمجھتی ہو..... بغیر کسی شک و شبہ کے اس کے دل میں میرے لیے بے اعتباری کا، کاٹنا چھ جانا..... جس کی چھین اس کو نہیں مجھے تکلیف میں مبتلا کر ڈالے گی۔“

”تم دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے بہت شدت ہے مجھے اس سے کبھی کبھی بہت گھبراہٹ ہوتی ہے زرش۔“

”دادا جی تو ان کے سخت خلاف ہیں..... امین اور مومن کو تو وہ اپنے سامنے دامن سے زیادہ برداشت نہیں کرتے اور کہاں یہ کہ وہ دونوں ان سے تھیٹر کے لیے ہیپ لینا چاہتے ہیں۔ یعنی

ایک ایسا کام کرنا چاہتے ہیں جس کی ان کے دل میں کوئی قدر و قیمت اور عزت تک نہیں ہے۔“

”مجبوری میں تو گدھے کو بھی باپ بنا پڑتا ہے۔“ ونیزہ مفکرانہ انداز سے بوٹی تو زرش ٹھٹکی۔

”یہ..... تم گدھا کس کو کہہ رہی ہو ہاں۔“ زرش نے گھورا تو ونیزہ نے ہاتھ چوڑ دیے۔

”سوری..... میں یہاں لفظ دادا جی کے لیے نہیں کہہ سکتی۔ میں نے تو ان دونوں کی مطلب پرستی کی..... دادوی ہے۔ ان دونوں کی موقع پرستی کی مثال دی ہے۔“

”مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔“

”انکار..... صاف انکار.....“

”ہرگز نہیں..... اس کی تو گنجائش ہی نہیں۔“ زرش نے بے بسی سے ہاتھ ملے۔

”تم مومن بھائی سے ہمیشہ اس قدر خائف کیوں رہتی ہو..... ضروری تو نہیں کہ تم اسے پورا کر کے ہی چھوڑو..... بیٹھ جاؤ..... مل کر دونوں کچھ سوچتے ہیں۔“

”یہ بات میری طرح تم بھی اچھی طرح جانتی ہو اور وہ دونوں بھی جانتے ہیں کہ اس تھیٹر کے لیے دادا جی ان کی قطعی کوئی مدد نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ ایسا کرنا ہی نہیں چاہیں گے۔ تم کو معلوم ہے

وہ ان سے کس طرح کا کام لینا چاہتے ہیں اور دادا جی ایسی باتوں کو..... ایسی چیزوں کو، ایسے کام کو پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ آج کل تھیٹر کے جو حالات چل رہے ہیں اسے دیکھ کر کوئی

بھی باضمیر آدمی.....

”مگر امین کو صرف اپنے مقصد سے مطلب ہے اور میرا نہیں خیال کہ داداجی ان کی مدد کے لیے خوشی خوشی راضی ہو جائیں مگر زرش کیا حرج ہے داداجی سے بات کرنے میں..... کیا علوم امین ان کو قائل کرنے میں کامیاب ہو ہی جائے۔“

”اور اگر امین کو کامیابی نہ ہوئی تو..... پھر بھی میں ہی قصور وار بنوں گی، مومن کی نظر میں۔“ زرش نے اب اصل خدشہ ظاہر کیا۔

”ہاں..... یہ بھی تم ٹھیک کہہ رہی ہو..... مومن بھائی تو یہی سمجھیں گے کہ تم نے داداجی کو دل سے قائل کرنے کی علوم نہیں کوشش کی بھی ہے یا نہیں۔“

”حالاں کہ اس کی کسی بھی خوشی، کسی بھی خواہش کو پورا کرنے کی جس قدر میں جتنو.....“

زرش کی خامسے الجھے انداز میں شروع ہونے والی بات مکمل نہ ہو سکی۔ اس کا ٹیل فہنچ واہر بیٹ ہوا جو اس وقت اس کی گود میں ہی تھا۔ زرش نے بات مکمل کیے بنا سیل فون کی جگہ گانٹھنے والی اسکرین کو گھبرا کر دیکھا۔ اس کے سیل فون سے فقط دو نفوس کی کال ہی اسے ریسیو ہوا کرتی تھی۔ ایک ونیزہ کی جو اس وقت اس کے سامنے بیٹھی تھی..... اور دوسری کس..... کس کی ہو سکتی ہے؟ زرش نے پریشانی سے ونیزہ کو دیکھا۔ ونیزہ کے چہرے پر بھی الجھن تھی۔ یہ کال کس کی تھی؟ اس سوال کا جواب ان دونوں کو ہی علوم تھا۔

”بات کرواں.....“ ونیزہ ہوئی۔

”وہ..... رات سے بار بار مجھے فون کرتا رہا ہے اور اب پھر اس نے مجھے کال کیوں کی ہے؟“ زرش سچ مچ گھبرائی ہوئی تھی سیل فون اب ساکت تھا۔

”وہ رات سے تمہیں کال کیوں کرتا رہا ہے بھی اب تک تو تم کو خود بھی پتہ چل چکا ہے۔“

”ہاں مجھے پتہ ہے وہ مجھے کیا کہے گا..... وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ میں یہ جانتی ہوں پر ونیزہ.....“ زرش کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئی۔ اس کی گود میں ساکت ہونے والا موبائل ایک بار پھر متحرک ہو گیا تھا۔ زرش نے سٹیٹا کے اس کی کال ریسیو کر لی۔

”کہاں تھیں تم.....؟ میں کب سے ٹرائی کر رہا ہوں۔“ مومن نے اس کی آواز سنے بغیر ہی شکوہ کیا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور اس کی کال ریسیو کر ہی نہیں سکتا۔  
”وہ سوری..... میں بڑی تھی۔“ زرش نے معذرت کی۔

”ایسی بھی کیا مصروفیت یا..... جو نام میرا ہے، میں اس کے علاوہ تو کبھی تمہیں کال نہیں کرتا۔“  
”جی میں جانتی ہوں پر وہ اصل میں.....“

”کیا وہ..... میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ گھنٹوں بیٹھ کر تمہاری کال ریسیو کرنے کی دعائیں کرتا رہا کروں۔“ اس کا انداز تیز تھا۔ وہ کافی پریشان لگ رہا تھا۔ شاید اس لیے زرش کو اس کی مانگاری اور چیخیں بری نہیں لگی۔

”سوری..... وہ اصل میں ونیزہ آئی بیٹھی ہے، میں اس کے لیے کچھ ریفرنسمنٹ کا انتظام کرنے میں آئی تھی۔ دادا جان سوری ہے ہیں ان کے آ رام کے خیال سے میں نے موبائل وائبریشن پر رکھا ہے۔ اس لیے آپ کی کال.....“

”اوہو..... اچھا اچھا..... تو مجھے بتاؤ گی کچھ تو مجھے علوم ہو گا ماں..... اچھا بابا سوری..... پھر میں آف کرتا ہوں.....“  
”ارے نہیں نہیں آپ بات تو کریں.....“ زرش نے جلدی سے کہا۔

”نہیں میں پھر بات کروں گا..... بات ذرا لمبی ہے تم ابھی ونیزہ کو نام دو..... ہم پھر بات کر لیں گے کسی وقت..... تم ایسا کرو جب فارغ ہو تو مجھے میسج سینڈ کر دینا یا پھر مس کال دے دینا اور دیکھو بھول نہ جانا میں تمہارے فری ہونے کا انتظار کروں گا۔“

”پھر بھی آپ کچھ تو بتائیں ابھی..... کیا آپ مایوس ہیں مجھ سے۔“

”ارے..... نہیں بھی..... تم سے ماراض ہو سکتا ہوں میں بھلا؟ جیسے تم میری مصروفیت کو سمجھتی ہو..... ویسے ہی مجھے بھی تمہاری مصروفیت کو سمجھنا چاہیے ماں؟“ مدھ بھرے لب و لہجے میں بولتے مومن نے ہنس کر اسے اپنے ماراض نہ ہونے کا یقین دلایا تو وہ کچھ پرسکون ہو گئی۔

”او کے میں آف کرنا ہوں..... ٹیک کیئر.....“ وہ خود بھی شاید بہت مصروف تھا۔ اسی لیے جلدی جلدی بات ختم کر کے آف کر چکا تھا۔

”کیا کہا.....؟ ونیزہ نے بے چینی سے پوچھا۔

”جو میں نے کہا وہ تم سن ہی چکی ہو۔“

”اور جو اس نے کہا؟“

”وہ ابھی نہیں کہا۔“

”اور جب کہیں گے تو پالیز مجھ سے کچھ نہیں چھپا۔ مجھے ضرور بتانا۔“

”پاگل ہو گئی ہو..... تم سے میں کیسے کچھ چھپا سکتی ہوں..... کوئی بھی بات تمہیں بتائے بغیر میں کیسے رہ سکتی ہوں؟“

”ہاں مجھے بھی یقین ہے۔“ ونیزہ اس کی سادگی پر مسکرا دی۔

”کاش اسے بھی میرا یقین آ جائے۔“ زرش نے سر ڈا ہ بھری۔

”اس کی ذات کی طرف سے گلہ نہ کرو بلکہ خود کو مضبوط کرو۔ کسی کی چاہت کی قدر کرنا اچھی بات ہے مگر زرش کسی کی چاہت میں عقل سے پیدل ہو کر بے بسی کی حد تک پاگل ہو جانا سراسر

نقصان دہ ہوتا ہے۔“ ونیزہ نے سمجھایا تو زرش نے کچھ سوچ کر جھرجھری لی۔

”مجھے نقصان سے بہت ڈر لگتا ہے..... کیوں کہ میں نے زندگی میں پہلے ہی بہت نقصانات برداشت کیے ہیں..... پہلے ہی بہت کچھ کھویا ہے میں نے..... میں مومن کو کھو کر مرنے نہیں جاؤں گی پرویزہ..... زندہ بھی نہیں رہوں گی۔“ علوم نہیں کیوں اس سے کسی احساس نے اس لڑکی کی پٹلیں بھگودیس جو مضبوط اعصاب رکھنے والی بلند حوصلہ و بہادر تھی۔ وہ کوئی عام لڑکی نہ تھی۔ اس کی مضبوط قوت ارادی، معاملہ فہمی، شجیدگی و بردباری اور جرأت مندی اسے عام لڑکیوں سے کچھ مختلف اور منفرد ظاہر کرتی تھی۔ وہ سچ مچ ایک بہادر لڑکی تھی۔



”ٹھیک ہے اگر تمہیں یہ مشکل لگ رہا ہے تو چھوڑو..... بس رہنے دو..... تمہارا جی سے بات مت کرنا۔“

”آپ کو تو پتہ ہے کہ دادا جی کو امین کا مزاج، اس کی سرگرمیاں پسند نہیں اگر وہ آپ کے ساتھ نظر آتے ہیں تو دادا جی کو آپ سے بھی گلہ ہونے لگتا ہے۔“

”تم جانتی ہو امین میرا کزن ہی نہیں دوست بھی ہے۔ ہم دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہیں بچپن سے ساتھ پلے بڑھے ہیں۔ وہ ہمارا انسان نہیں ہے..... کم از کم اتنا برا نہیں ہے جتنا دادا جی اسے سمجھتے ہیں۔“ مومن نے کہا تو وہ شانے اچکا کر رہ گئی۔

Ranch

”میں اس معاملے میں قطعی طور پر مجبور ہوں کہ دادا جی کی سوچ کو بدل دوں۔“

”امین کے والدین نہیں چاہتے کہ وہ کسی بھی طرح ٹھیکڑ کے کام کو شروع کرے جو اس کے لیے ایک شغل کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ امین بھی اپنے شوق سے مجبور ہے۔ اس نے مجھ سے مدد مانگی پر مجھے می ڈیڈی نے اجازت نہیں دی۔ اس لیے میں نے امین کے مشورے پر تم سے مدد لینے کا فیصلہ کیا۔ میں تم کو مجبور نہیں کر سکتا کہ جو بھی میں تم سے چاہوں وہ تم مجھے دان کرو۔ ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف حدود و قیود کی وجہ سے مجبور ہوتا ہے۔“ مومن نے کہا تو زرش مسکرا دی۔ سرشاری اس کی روح تک سرایت کرنے لگی۔ وہ اس کی مجبوری کو سمجھتا تھا۔

”میں تمہاری مجبوریوں کو سمجھتا ہوں کیوں کہ مجھے تمہارا احساس ہے۔ تم ایک اچھی لڑکی ہو۔“ مومن نے بے اختیار اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

”مومن! میں ہر وہ خوشی آپ کے قدموں میں رکھ دینا چاہتی ہوں جس کی آپ مجھ سے توقع کریں، پر میں کبھی ایسا نہ کر سکوں تو آپ مجھ سے بدگمان نہ ہونا کیوں کہ کچھ مجبوریاں انسان کے ہاتھ پیر باندھ دیتی ہیں۔“ زرش نے اس کے لمس کو دل کی گہرائیوں تک محسوس کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

”میری کوشش ہوگی کہ میں تمہیں زندگی میں ڈھیر ساری خوشیاں دوں۔ میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا کیوں کہ تم میری خوشی ہو۔“ مومن نے اس کے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر گرت مضبوط کر دی۔ زرش کے گال دھکنے لگے۔ مومن کا بھاری مدھ بھرا لہجہ، پُر تحفظ قربت، پُر استحقاق لمس، چاہتوں کی نرم کریمیں لوانائی ثنائی لود آ نکھیں اس کو مومن کے اپنی زندگی میں بہت قیمتی ہونے کا احساس دلا رہی تھیں، جیسے اس کے بنا اپنی ذات بے معنی ہو۔

”کل شام ونیزہ کی طرف آ جانا..... ہم وہاں سے ایک بہت خوبصورت جگہ جا سکیں گے۔ ونیزہ بھی ہمارے ساتھ ہوگی۔ ڈونٹ وری اگر پھر بھی کوئی اعتراض ہے تو بتاؤ۔“ مومن اس کی گھبراہٹ کو فوراً محسوس کر کے بولا۔

”نہیں..... اگر ونیزہ ہمارے ساتھ ہوگی تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ زرش شرارت سے مسکرائی۔  
 ”اور اگر ونیزہ ہمارے ساتھ نہ ہو تو؟“ مومن کا دل بھی شرارت پر آمادہ ہو گیا۔ زرش اس کے سنجیدگی سے کہنے پر پندرہی اندر شپٹا کر غور سے مومن کو دیکھنے لگی۔  
 ”نہیں مومن..... ایسا تو نہیں ہونا چاہیے۔“

”پاگل.....“ مومن نے ہنس کر اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی تمام لیا۔ زرش جزم ہونے لگی۔ مد مقابل کی بے باکی اسے سننے پر مجبور کرنے لگی۔ اس نے مومن کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ آزاد کرا لیے۔ مومن کے ہاتھ اس کے شانوں پر آ کر رک گئے۔ زرش کا دل زور سے دھڑکا۔ وہ کیا چاہتا تھا؟  
 ”مومن پلیز.....“ زرش آہستگی سے منمنائی اور کسم کرا اپنے شانوں سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا۔

”کم آن..... ڈیئر..... ریلیکس تم اتنا گھبرا رہی ہو..... آخر کیوں؟“ وہ اپنی جگہ پر سکون اور مطمئن تھا۔ البتہ اس نے اپنے ہاتھ زرش کے شانوں سے ہٹا لیے تھے۔  
”یہ..... یہ سب..... یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ ہنچکا پھٹے ہوئے ہوئی۔

”کیا ٹھیک نہیں ہے..... بتاؤ..... میں تم کو ذرا سا چھو لیتا ہوں تو تم ہمیشہ یہی کہتی ہو..... کیا ٹھیک نہیں ہے؟ کیا برائی نظر آتی ہے تمہیں میرے جذبات میں؟“

زرش اپنے آپ میں کچھ اور بھی گھبرا گئی۔ اس نے شپٹا کر اسے دیکھا۔ وہ بالکل سنجیدگی سے اپنے سوالوں کے جواب کے لیے منتظر تھا۔ بے ساختہ لب کاٹتی زرش نے بے بسی کے عالم میں لا جواب سی ہو کر سر جھکا لیا۔

”جب تم میرے جذبات پر ضبط کے بند باندھنا چاہتی ہو تو..... علوم نہیں کیوں مجھے توہین محسوس ہوتی ہے۔“ وہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

”میرا مقصد آپ کی توہین کرنا نہیں۔ وہ تو بس..... میں..... مجھے.....“ زرش اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔

”کیا تمہیں میرے جذبات میں کوئی بناوٹ، کوئی کھوٹ محسوس ہوتا ہے؟“

”یہ بات نہیں.....“

”کیا تمہیں میری محبت پر کوئی شک ہے؟“

”نہیں..... میں نے یہ کب کہا..... میں نے کبھی آپ پر شک.....“

”تو پھر..... کیا سمجھتی ہو تم مجھے؟ میں کیسا انسان ہوں؟“

”آپ..... مومن..... آپ وہ..... آپ.....“ زرش بکا! کر رہ گئی۔



”کیا میں عیاش آدمی ہوں۔“ وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں بولا۔

”مومن.....“ زرش کو اس کے الفاظ نے حقیقتاً ترپا دیا۔

”تو پھر ایسا کیوں ہے کہ تم میری ذرا سی قربت برداشت کرنے کی روادار نہیں۔ تمہیں میرے ذرا سے چھونے پر برا کیوں لگتا ہے؟“

”ایسا..... ایسا..... تو کچھ نہیں۔“ وہ اپنے احساسات کو یکسر بھلا کر اس کے شکوہ کنناں لب و لہجے پر گڑبڑا ہٹ کا شکار ہونے لگی۔

”ٹھیک ہے..... ایسا کرو کہ تم اچھی طرح سے سوچ لو کہ ایسا ہے یا نہیں۔ جب سمجھ جاؤ تو پھر مجھے بتا دینا۔“ اس نے کہا اور پھر تیز قدموں سے واپس پلٹ گیا۔ وہ اپنی جگہ گم سم کھڑی رہی۔ اس کو پکارنے کا حوصلہ بھی اس کے اندر نہ پیدا ہو گیا تھا۔

زرش خواب کی سی کیفیت میں تھی۔

”کیا مومن مجھ سے روٹھ کر گیا ہے؟ اس کی دلی کیفیت میں اچانک ہی ڈھیر ساری افسردگی بھرنے لگی۔

”جو لوگ کسی سے محبت کرتے ہیں ان سے کبھی روٹھا نہیں کرتے۔“ دل ہی دل میں اس نے جیسے خود کو تسلی دی، اپنی بہت بڑھائی اور دل میں پھیلتی افسردگی کو ختم کرنا چاہا۔

”مومن مجھ سے محبت کرتا ہے..... وہ مجھ سے کیسے روٹھ سکتا ہے.....“

”مومن کو میری مجبوری کو بھی سمجھنا چاہیے کہ میں کیا چاہتی ہوں؟“ وہ ابھی تک خود کو بہلانے میں مصروف تھی۔

”تم کیا چاہتی ہو؟“ اچانک اس کے دل کے سنسان گوشے سے ایک سوال گونجا اور علوم نہیں کیوں اس کے اندر باہر دو در و در تک گہرا سناٹا چھا گیا.....

آج وہ سب نور بی بی کی طرف اکٹھے ہوئے تھے۔ سرور اور خاوریسی اولاد تھے جن کو ان کے والدین نے دن رات کی کوششوں کے بعد دنیا کی ہر نعمت، ہر سہولت سے مالا مال کیا تھا۔ خاندان میں ان دونوں کی مائی حیثیت سب سے زیادہ قابل رشک اور زبردست تھی۔ سرور کی شادی خاندان میں ہوئی تھی۔ ان کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا۔ خاور کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ مومن، خاور کی دو بڑی بیٹیوں سے چھوٹا تھا۔ مومن کے بعد منور تھا۔ خاور کی شادی خاندان سے باہر ہوئی تھی۔

امین، مومن کا خالہ زاد تھا۔ امین کی والدہ مومن کے پاپا کی فرسٹ کزن تھیں۔ نور بی بی خاور اور سرور کے تایا زاد کی بیوہ تھیں۔

زرش، نور بی بی کی مرحومہ نند کی اکلوتی اولاد تھی۔ زرش نے ہوش سنبھالتے ہی خود کو خاور کی پر شفیق ذات، مائید (خاور کی بیوی) کی متا بھری شفقت سے لے کر دادا جی کے پُر تحفظ سہارے کے حلقے میں پایا۔ اس حلقے میں نور بی بی، ونیزہ سمیت اس کی بہنیں، امین اور امین کے گھر کے کچھ افراد کی حیثیت بہت نمایاں اور مضبوط تھی۔ زرش کی زندگی میں بہت کچھ نہ تھا مگر بہت کچھ ایسا تھا کہ جس نے اس کی دیگر محرومیوں اور تنگیوں بھری زندگی کے کمزور پہلوؤں پر ایک دبیز پردہ ڈال دیا تھا اور وہ مضمّن تھی..... اور اس کی مضمّن زندگی میں مومن کا وجود اس کے اطمینان کو مکمل کرنے کے لیے کافی تھا۔ اسے مومن کی پسندیدگی کے اولین دنوں کی بدلتی ہوئی نظریں یاد تھیں جن کی چمک اور پراسرار گہرائی چمک زرش کے لیے معنی بدلنے لگی تھی اور پھر آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے، ہولے ہولے وہ ان نظروں کے منہوم کی عادی ہوتی چلی گئی..... اور زرش پر یہ انکشاف بھی جلد ہونے لگا کہ وہ بھی..... ہاں وہ جو اسے پسند کرتا تھا، وہ بھی اسے پسند تھا۔ اس میں، اس کی شخصیت میں کوئی ایسی خامی، کوئی ایسی بات ہی نہ تھی کہ زرش یہ جاننے کے بعد بھی اسے نظر انداز یا پسند کرتی۔ وہ اسے بہت..... بہت ہاں بہت زیادہ پسند کرتا تھا۔ یہ بات زرش کو خود مومن سے پہلے اس کی پراسرار گہری گہری اماؤں کی راتوں جیسی کافی آنکھوں نے بتادی تھی اور اس پر یقین کے سارے مرحلوں کو طے کرنے میں زرش نے بہت زیادہ وقت نہیں لیا تھا بلکہ بہت کم عرصے میں اسے اس کا یقین آ گیا تھا کہ وہ کبھی اس کے اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا ہے۔ وہ اس کے بھروسے کو پھنسا کر رکھتا ہے۔ وہ اس کے یقین کو توڑ پھوڑ کے اس کے جذبات کو پامال کر کے، اس کی ہستی کو پاش پاش کر سکتا ہے۔ زرش ایسا سوچ بھی نہ سکتی تھی۔



زرش کے دل میں میرے لیے کتنی جگہ ہے.....؟ مومن کا سوال بالکل واضح تھا پر امین لا جواب سا ہو کر چپ رہا۔

”میرے دل میں زرش کے لیے بہت جگہ ہے..... وہ مقام کوئی دوسری، تیسری یا آخری لڑکی نہیں لے سکتی۔ وہ میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہے، نیا خری۔ پر جس انداز سے میری زندگی میں وہ داخل ہوئی اس طرح کوئی اور لڑکی میری زندگی، میری سانسوں، میری دھڑکنوں کا حصہ نہ بنی ہے نہ کبھی بنے گی۔ وہ بہت ذہین مگر سادہ ہے۔ مجھے اس کی سادگی بہت عام سی لگتی ہے مگر کتنی عجیب بات ہے کہ مجھے بہت خاص لگتی ہے۔ اس زمانے میں مفاد پرستی، بناوٹ و تصنع، نفسا نفسی تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پہلے مجھے اس کی سادگی حیران کرتی تھی۔ میں اکثر سوچتا کہ کیا ضرورت ہے اس قدر سادگی کی مگر پھر دیر دیر سے میری اس حیرانی نے کب پسندیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا مجھے معلوم ہی نہیں ہوا.....؟

ہاں مگر میری زندگی کے وہ ایام لطافتوں، صداقتوں سے بھرپور تھے۔ جب میں نے ہر جگہ یہ مقام پر اس کے خیال کو..... اس کے مازک خیال کو خوبصورت یا دین کر اپنی ذات کا حصہ بننے محسوس کیا اور میں نے سوچنا شروع کیا کہ اگر زرش ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری ہو جائے تو یہ کتنی خوبصورت بات ہوگی اور یہ سوچ اتنی مضبوط اور قوی تھی کہ جس کی بدولت آج زرش میری خواہشوں کے سب سے وسیع دائرے میں ہے۔

”تمہاری ان سب باتوں میں سرخوشی کے ساتھ بیان دیکھا اضطراب اب کیوں چننا ہوا ہے؟“ امین کافی دیر کے بعد بولنے کے قابل ہوا۔

”میں سوچتا ہوں کہ شاید میں نے زرش سے پسندیدگی کا اظہار کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ مجھے اس کے سامنے اظہار کے معاملے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ پہلے مجھے اس کے دل میں اپنی قدر و قیمت، زرش کی پسندیدگی یا اہمیت کا اندازہ کر لینا چاہیے تھا۔“

”مومن کیا بات ہے؟ کیا تمہاری زرش سے کوئی ان بن ہوئی ہے؟“ امین نے پوچھا تو اس نے سر کو لفٹی میں جنبش دیتے ہوئے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرے۔ اب بھی اس کے انداز میں

اضطرابیت اور بے چینی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ امین کی بات کے جواب میں کہہ رہا تھا۔

”نہیں..... وہ اس بات کا موقع آنے نہیں دیتی۔ نہ وہ کبھی میرے سامنے خود کو بہت خاص یا اہم چیز بنا کر اپنی اہمیت میں خواہ مخواہ اضافہ کرنے کی کوشش کرتی ہے اور نہ ہی آج تک اس نے میری شخصیت کی کبھی کسی موڑ یا کسی بھی طور پر نفی کرنے کا کوئی بے ڈھنگا مظاہرہ کیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آج تک میں نے اسے کسی غلط بات پر براہم ہوتے دیکھا ہے، نہ وہ کبھی مجھ سے میری کسی کوتاہی پر بدظن ہوتی ہے، وہ..... کس قسم کی لڑکی ہے یا؟“

”کیا تمہیں اس کی فطرت، اس کے انداز یا مزاج پر کوئی اعتراض ہے۔ وہ جس بھی قسم کی لڑکی ہے تمہیں اس کی قسم پر کیا اعتراض ہے؟“ امین اسے سمجھاتے سمجھاتے یا اسے سمجھتے سمجھتے خود بھی الجھنے لگا۔

”وہ ایسی کیوں ہے؟“ مومن کی قلبی و ذہنی الجھن اس کے لفظوں سے ٹپک رہی تھی۔ وہ ایسا کیوں کرتی ہے، اکثر اس کا رد عمل، اس کا انداز یا اس کی باتیں میرے لیے ناقابل قبول ہوتی ہیں۔ میں ان میں کبھی بہت زیادہ مصنوعی پن محسوس کرتا ہوں۔“

”کیسا رد عمل، کیسا انداز، کیسی باتیں؟ امین نے دریافت کیا۔

”ایسی باتیں، ایسا انداز اور ایسا رد عمل کہ جیسے اسے میری کسی بھی درست یا غلط بات پر کوئی خوشی یا رنج یا اعتراض صرف میری وجہ سے ہوتا ہے اگر میں نہ ہوں تو اسے ان باتوں کے ہونے نہ ہونے اور ان کے درست یا غلط ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ ایسا انداز کہ جس میں بہر صورت میرے لیے گرم جوشی ہوتی ہے۔ میرا کوئی انداز اسے زچ نہیں کرتا۔ جو باتیں مجھے بری لگتی ہیں وہ بھی ان کو برا کہتی ہے۔ جس بات کو میں درست کہوں وہ بھی میری ہاں میں ہاں ملانے کی سعی کرنے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ میرے رد عمل تک کو وہ اپنانے کا مظاہرہ کرتی دکھائی دیتی ہے۔ یعنی میں کہوں دن تو وہ کہتی ہے دن۔ میں کہوں رات تو وہ کہتی ہے رات۔ جیسے اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں۔ جیسے اس کی اپنی کوئی خوشی یا خواہش نہیں۔“

”دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں ہو سکتا جس کی کوئی خوشی، خواہش یا جس کی کوئی من مرضی نہ ہو۔“ امین نے اس کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔  
”ہاں مگر وہ تو ایسی ہی لگتی ہے۔“

”اے یار..... وہ تیری طرح الو کی دم نہیں ہے، بہت سمجھدار لڑکی ہے۔“

”سمجھدار ہوتی تو وہ دادا جان کو تمہاری سیلپ کے لیے ضرور قائل کر لیتی۔ یہی سوچ کر تمہاری سیلپ کا تقاضا میں نے اس سے کیا تھا۔“

”ابھی تم کہہ رہے تھے کہ وہ تمہیں اس لیے عجیب لگتی ہے کہ اس نے تمہاری کسی بات کی نفی نہیں کی۔“ امین بولا تو مومن نے ایک گہری سانس کے ساتھ کہا۔

”میں نے یہ نہیں کہا کہ اس نے میری کسی بات کی کبھی نفی نہیں کی۔ میں نے تو یہ کہا کہ اس نے کبھی میری شخصیت کی، میری ذات کی نفی نہیں کی۔ ذات یا شخصیت کی نفی کرنے میں اور کسی بات کی نفی کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔“

”اچھا اب یہ بھی بتا دو کہ آخر وہ تمہاری کون سی بات کی نفی کرتی ہے۔“ امین کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔

”اسے میری ہر وہ بات اچھی نہیں لگتی جس میں اس کے لیے میری چاہت سے لبریز جذبات ہوں۔“ اس نے بے باطل جواب دیا۔ امین کی مسکراہٹ ختم گئی۔

”اسے میری چاہت کی بھرپور شدت اچھی نہیں لگتی۔ میرا دل، میرا ہر پیارا بھرا احساس جو اس کی چاہت میں میرے دل کے تمام گداز گوشوں سے پھوٹتا ہے شاید..... نہیں شاید نہیں..... بلکہ یقیناً اسے وہ احساس بے معنی، بے وقعت اور فضول اور غیر اہم لگتا ہے۔“ مومن بہت ٹھہرے اور دھیمے لہجے میں بتا رہا تھا اور امین کی مسکراہٹ آہستہ آہستہ معدوم ہو رہی تھی۔ وہ ابھی نظروں سے

اس کے ماتھے، اس کی آنکھوں، اس کے انداز اور اس کے لب و لہجے کی الجھن کو تکتے اور محسوس کرتے ہوئے اس کی ایک ایک بات پر غور کر رہا تھا۔

”ایسا کیسے ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سب تمہارا وہم ہو۔“ مومن کی بات ابھی جاری تھی کہ امین بے چین ہو کر بیچ میں ہی بول پڑا۔

”اوہو..... آپ لوگ یہاں ہیں۔“ راحمان دونوں کو ڈھونڈتی ادھر آ رہی تھی۔ لگتا تھا کہ وہ کافی دیر سے انہیں کو تلاش کر رہی تھی کیونکہ اس کے اثرات میں جھنجھلاہٹ تھی۔

”وہ..... اندر کافی سیریس سیاسی ماکپ پر ہزارگوں کے درمیان ڈسکس ہو رہا تھا تو میں نے مومن کو کہا کہ کچھ دیر ادھر کی ٹھنڈی ہواؤں اور فضاؤں کا لطف ہی دو بالا کیا جائے۔“ حسب عادت امین راحمہ کو دیکھ کر چمک اٹھا۔ اس کے دل کی کلی راحمہ کو دیکھ کر کھل جاتی تھی۔ اس وقت بھی اس کو اپنا طمن تک مشکبار ہونا محسوس ہوا۔ امین کی بامعنی مسکراہٹ نے مومن کو بھی بے ساختہ مسکرا نے پر مجبور کر دیا۔

”تو پھر کیا کر لیا لطف دو بالا یا ابھی اور.....“ وہ اپنی دھن میں مگن یوں ہی جھنجھلائی سی بولتی ان دونوں کے قریب آ کر رک گئی۔

”ہاں، ہاں..... کر لیا..... کر لیا..... ابھی ابھی..... تمہارے آتے ہی۔“ امین کی مسکراہٹوں میں معنی خیزی گہری ہو رہی تھی۔

”مطلب تو..... تم اس سے پوچھو۔“ امین، مومن کو آگے کر کے خود وہاں سے پلک جھپکتے میں غائب ہو گیا۔ راحمہ اسے اندر جاتے دیکھتی اور گھورتی رہی۔ مومن نے کھنکار کے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

”ویسے کچھ اندازہ ہے کہ آج سب لوگ یہاں کیوں اکٹھے ہوئے ہیں..... کیا کوئی خاص وجہ.....“ مومن پوچھ رہا تھا۔

”ہاں ماں مومن بھیا..... آج ماما نے اسمارا اور زارا آپ کی شادی کی فائل ڈیٹ فکس کرنے کے سلسلے میں سب کو انوائٹ کیا ہے..... کیا آپ کو آئیٹی نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا؟ راحمہ نے حیرت کا اظہار کیا کیونکہ سب سے پہلے مومن کے گھر اس بابت مطلع کیا گیا تھا۔

”اوہ..... ہاں..... میں بھی کیسا بھلکڑا ہوں ابھی تین روز قبل ہی تو می نے مجھے بتایا تھا۔ پلو، پلو..... میرے خیال میں ہمیں جلدی اندر جانا چاہیے یہ تو بہت خوشی کا موقع ہے۔ میرے ذہن سے تو یہ بات نکل ہی گئی تھی۔“ مومن نے اس کے سر کو تھپک کر اس کے ساتھ اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ اندر کا سنجیدگی سے بو جھل کچھ دیر پہلے والا ماحول اب سب کی ہنسی، مسکراہٹ، پر جوش

باتوں کے زیر اثر بہت خوشگوار اور ہلکا پھلکا پرسکون ہو گیا تھا۔ اسارا اور زارا کی ایک ساتھ شادی کا خوبصورت پروگرام طے پایا جا چکا تھا۔ نور بی بی سب سے زیادہ پرسکون اور خوش نظر آ رہی تھیں۔ سب کی مبارک باد کے شور میں اسارا اور زارا بھی جھینپ جھینپ کر مسکرا رہی تھیں۔

”بہت بہت مبارک ہو، میری طرف سے بھی۔“ مومن نے بھی ان سب کے درمیان شامل ہوتے ہی خود کو ان کی اس بھرپور خوشی کا حصہ بنایا۔

”سب سے پہلے کرمبارک دینے والے سب سے آخر میں پہنچ ہی گئے۔ کچھوے کی چال چلتے چلتے۔“ اسارا نے اس کی بے خبری کی خبر لی۔ وہ کھسیا کر سر کھجانا خفیف سا ہنسا پھرا جواب سا ہو کر مسکراتا رہا مگر جس بے چارگی کے سے انداز سے اس نے شانے اچکا۔ اچھا تھا اس پر سارے مسکرا دیے اور سب کے چہرے خوشگوار ہنسی سے کھلکھلا اٹھے۔ تمام بزرگ اور نوجوان پارٹی غیر محسوس انداز سے دوا لگ ٹولیوں میں تقسیم ہو رہے تھے۔ زرش کو اتفاقاً مومن کے بالکل پاس جگہ میسر آئی۔ جسے اس اتفاق نے دل ہی دل میں بہت پرسکون کیا۔ اس کے ہر گوشے سے مومن کی قربت کے احساس سے خوشگواریت پھوٹ رہی تھی۔ وہ سب بزرگوں کے احترام میں کھڑے تھے۔ بزرگ جو ایک دوسرے کو مبارکباد دینے میں مصروف، پر جوش سے ایک دوسرے کے گلے گلے کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ اب دوبارہ اپنی اپنی نشست سنبھال رہے تھے۔ سب بزرگوں کے جھینپنے کے بعد وہ سب بھی اپنی اپنی جگہ براجمان ہو گئے۔ زرش اور مومن کی ایک ہی صوفی پر جگہ بنی۔ جبکہ امین نے نماز کو راحمہ کے عین برابر والی چیز سنبھالی۔ مومن نے محسوس کرتے ہی معنی خیز انداز میں ٹاکھکا کر امین کو گہری نظروں سے چھیڑنے والے انداز میں دیکھا۔

”گدھا.....! لوکی دم.....“ امین جب اسے ہاتھ نہیں لٹاؤ سکتا تھا تو حسب عادت دل ہی دل میں کڑھتا ضرور تھا۔

اس وقت بھی اس نے دل ہی دل میں اسے کوسا اور خاموش دماغ کے طور پر اپنی آنکھوں سے مومن کو زرش کی طرف متوجہ کیا اور اپنی کوشش میں اسے کافی کامیابی ہوئی کیونکہ مومن ہر بات سے مارا گر دے، بے خبر اور بے نیاز ہو کر زرش کے سراپے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

مومن نے دیکھا، وہ بھی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ خوشی اس کے رخساروں سے چمکتی شفقت کی صورت میں پھوٹ رہی تھی۔ مازک ہونٹوں پر مسکراہٹوں کی نرم مازک کلیاں بے خودی سے چٹنی جا



رہی تھیں۔ گھنی پلکوں کی سیاہ باڑھ کے نیچے غلافی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ وہ اس وقت آتشی گاڑی اور فیروز رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں مازک ہوتا زہ پھول کی مانند کھل رہی تھی۔ سوٹ سے ہم رنگ دو پہیے سے شانوں پر سنبھالے وہ زارا کی کسی شوخ بات پر دھیمی سی ہنسی کے ساتھ مومن کو اپنی زندگی کا سب سے خاص اور اہم جزو محسوس کر رہی تھی۔

”ہاں رشتے تو اچھے اچھے آ رہے ہیں زرش بیٹی کے لیے مگر میں اس کے لیے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری بچی ساری زندگی خوش اور مطمئن رہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ میں اچھی طرح سوچ سمجھ کر تمام فیصلے کروں اور اس سلسلے میں مجھے آپ سب کی بھی مدد و کار ہوگی۔“ نصیر علی (دادا جان) کی آواز نے پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی زرش کے چہرے سے تمام تر خوشی نوچ کر اس کا سرور دل دھڑکا دیا۔ سب لوگوں کی آوازوں کے ملے چلے شور میں بھی اس نے دادا جان کی آواز بالکل واضح سنی۔ زرش نے گھبرا کر تھوڑی سی دور اپنے پہلو میں بیٹھے مومن کو دیکھا۔ مومن اسی کو تک رہا تھا۔ مومن بھی دادا کی جان کی آواز سن چکا تھا۔ تبھی مسکرا کر انھیں دیکھا۔

”دادا جان..... تمہارے لیے بہت فکر مند ہو رہے ہیں آج کل۔“ مومن نگاہ دادا جان پر پڑھتے ہوئے یقیناً زرش سے ہی مخاطب تھا۔ زرش نے گھبرا کر قریب آس پاس بیٹھے لوگوں کو دیکھا۔ سب ایک دوسرے سے باتوں کے دوران مصروف، مسکرا اور چپک رہے تھے۔ زرش نے قریب آکر جہاں مومن کے چہرے کی سمت نگاہ کی جواب اسی کو دیکھ رہا تھا۔

”دادا جان کو واقعی میری شادی کی فکر ہے۔ وہ جلدی میرے ہاتھ پیلے کرنا چاہتے ہیں۔.....“ زرش سنبھل اور ہلچل مضمبوط بنا کر بولی۔

”جلدی تو مجھے بھی ہے..... میں بھی چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ جلدی پیلے کر دوں۔“ یہ ماحول کی خوشگوار ریت کا اثر تھا جو مومن کو شوخ بنا رہا تھا۔ اس کی شوخ گہری نظروں اور مدھر لہجے نے زرش کو شہنائی پر مجبور کر دیا۔ وہ یکدم گرتے ہوئے بالوں سمیت نظر چراتی، پلکیں جھکا گئی۔ مومن اپنے اندر پھیلتی پراسرار ریت کے حلقے میں مقید رہتے ہوئے بظاہر پرسکون سا ہو کر زرش کو تکتا رہا۔ وہ اب نظروں کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی مخالف سمت میں پھیرے لگاتے ہوئے کھڑی تھی۔ مومن اس کے چہرے پر کھرتی حیا کی شفق کے سارے رنگوں میں مکمل کھرتی اپنی تصویر کا گہرا عکس بآسانی دیکھ سکتا تھا۔





امین آج صبح ہی صبح ناشتہ کر کے مومن کے گھر کے حصے کی طرف چلا آیا۔ سرور اور خاور دونوں اپنی فیملیز کے ساتھ اکٹھے رہتے تھے۔ ایک ہی کوٹھی میں مگر اندر سے یہ کوٹھی دو حصوں میں تقسیم تھی اور یوں یہ دونوں فیملیز مل جل کر باہر سے بظاہر ایک ہی نظر آنے والی کوٹھی میں زندگی بہت پرسکون اور قابل رشک گزار رہی تھیں۔

”صبح بخیر..... امین بھائی!“ مومن کے گھر کے لان تک پہنچتے ہی امین کا سامنا منور سے ہوا جو ابھی ابھی اندر سے نکلا تھا اور اس کے ہاتھ میں بیٹ بال تھا۔ آج اس کی ٹیم کا سیفی فائنل میچ تھا۔ وہ خاصی جلدی میں اور پر جوش دکھائی دے رہا تھا۔ لان کے قریب سنگی بیچ پر پلٹ کر دیکھ کر وہ اپنے جوگر کے تھے دوبارہ کھول کر کس رہا تھا۔ امین کو دیکھتے ہی وہ مسکرایا۔ امین بھی دوسرے سے مسکرایا۔

”صبح بخیر..... صبح بخیر یگ بوائے کدھر کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لگتا ہے آج پھر چھپکے چھپکے اڑانے جارہے ہو۔“ اس کے قریب آتا امین بھی مسکرایا اس کے سنورے بالوں پر ہاتھ مار کر بال بکھیر ڈالے دوسرے ہاتھ سے اس کی پیٹھ کو تھپکا۔

”ایس بردار چو کے چھپکے ہی نہیں وکتیں بھی اڑانے جارہا ہوں۔“ منور بولا۔

”اور..... ہاتھوں کے مٹو طے کب اڑاؤ گے میری جان.....؟ امین نے بیچ کے سہارے کھڑے بیٹ کو اٹھا کر فضا میں ہوائی شارٹ لگایا۔

”سوری بگ بردار یہ تو آپ کا کام ہے۔“ سولہ سالہ منور شرارت سے کھلکھلایا۔

”شباباش..... بچے ہو مگر سچے ہو..... بہت خوب، بہت خوب۔“ امین نے ایک بار پھر فضا میں شارٹ لگایا۔

”مومن کدھر ہے؟“ امین نے بیٹ کو واپس وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔

”اندر۔“ منور اب دوسرے جوگر کے تھے کھینچ کر باندھنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو رہا تھا۔ امین کے سوال کا اس نے مختصر جواب دیا۔

”خالونمبرون اور خالونمبر ٹوکھاں ہیں؟“ امین نے مزید پوچھا۔

”باہر۔“ منوراس کے روائی سے پوچھے گئے سوال کا جواب روائی سے دیتا، بیٹ بال اٹھا کے یہ جا اور وہ جا۔

امین مسکراتا ہوا انداز گیا۔ اندر کافی باپل تھی پتہ چلا کہ دونوں فیملیز کے افراد کو بھی میں اکٹھے ہیں اور سنڈے کی چٹنی کے باعث گھر پر موجود تھے۔ سرور اور خاوراس کے آنے سے پہلے ہی باہر گئے تھے۔ مومن اسے حنیفہ خالہ کے ہتھے چڑھتے دکھائی دے گیا۔ وہ مجبور سا بیٹھا مٹتے میں مصروف تھا۔

”آپ میری بات کیوں نہیں سمجھتیں مئی..... یہ عمر بھر کے فیملے ہوتے ہیں یہ اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی ابھی تو مایا ب آپنی کی شادی کی ہے حکمن بھی نہیں اتری اور آپ.....“

”ایک سال ہونے کو یا بے مایا ب کی شادی کو آخر کب اترے گی تمہاری حکمن.....“ اس کے گھر ما گرم پرائے پلٹ میں رکھتی حنیفہ کا موڈ سخت خراب تھا۔

”ابھی تو آپ براہ مہربانی غزوہ آپنی اور حرہ کی فکر کریں۔ میرے پیچھے کیوں ہاتھ دھو کر پراگئی ہیں، آپ سب لوگ۔“ مومن نے عاجزانہ انداز میں ہاتھ جوڑے۔ اسی پل امین پر اس کی نظر

پڑی۔

”کیا ہو رہا ہے؟“ باواز بلند سلام جھاڑنے کے بعد اس نے اکتائے بیٹھے مومن کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

”غضب ہو رہا ہے..... غزوہ آپنی..... حرہ..... چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے۔“ مومن نے امین کے سوال کا جواب دیتے ہی بہنوں کو بیک وقت پکارا۔ حنیفہ خالہ جو سپوت کو گھور رہی تھیں، برہمی

سے بولیں۔

”کیا مطلب ہے، غضب کیسا.....؟ تمہاری شادی کی بات کی ہے میں نے۔ امین ماشتہ کرو بیٹا تم بھی۔“ حنیفہ نے اسے بھی اس کے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”اوہو..... اوہو..... تو یہاں اس کی لگا میں کسے کا پروگرام ارتج کرنے کا ذکر خیر چھڑا ہوا ہے۔ اسی لیے یہ اتنا چڑھا ہوا ہے۔“ امین نے اس کی بے بسی کا پورا مزہ لیا اور اس کے برابر وائی چیز پر

بیٹھ گیا۔

”نور بی بی کی خیر سے ساری بیٹیاں شادی کے لائق ہیں اور سب ہی سلیقہ مند، نیک اور پیاری بچیاں ہیں۔ زارا اور اسارا کا رشتہ طے ہو چکا ہے، جلد ہی ونیزہ اور راحمہ کے لیے بھی وہ کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر ہاں کر دیں گی۔ زارا مجھے تمہارے لیے پسند تھی مگر خیر اب وہ جہاں رہے سکھی رہے۔ میری تو یہی دعا ہے۔ اسارا تم سے تین چار سال بڑی تھی مگر ونیزہ اور راحمہ کے لیے تو سوچا جاسکتا ہے، وہ دونوں بھی بہت پیاری بچیاں ہیں۔“ حنیفہ کا تبصرہ جاری تھا اور امین پر اٹھے پر ہاتھ صاف کرنا سر ہلائے جا رہا تھا۔

”تو پھر راحمہ کے لیے سوچ لو۔“ حنیفہ بولیں تو امین کا دل غوطہ کھا گیا۔ اسے شدید کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ جو پہلے مومن کی بے بسی سے حکا اٹھاتا، نور بی بی کے تبصرے پر سر کوٹا سیدی انداز میں ہلائے جا رہا تھا۔ اب کھانسنے چلا جا رہا تھا اور یہ کھانسی مصنوعی نہ تھی۔ پتہ نہیں پڑا کچھ اور آملیٹ کا نوالہ کہاں کہاں انک کے اس کے حلق سے آگے اترتا تھا۔ اس کی آنکھیں پانیوں سے جھلجھلا اٹھیں۔ حنیفہ سب باتیں بھول کر اس کو پانی کا گلاس پکڑا نے جھک گئیں۔ البتہ مومن کو بڑی تسکین ملی۔ امین کی حالت نے اسے بہت مزہ دیا۔ جب امین کی کچھ حالت سنبھلی تو مومن مسکرا دیا۔

”ہاں راحمہ بہت پیاری لڑکی ہے۔“ مومن کہہ رہا تھا۔ امین نے اسے کھورا۔

”مگر راحمہ تو..... وہ تو بہت تیز لڑکی ہے خالہ جان۔“ امین، مومن کی مسکراہٹ سے گھبرا کے حنیفہ سے مخاطب ہوا۔ اس کے لہجے میں چھپی کسی چور جذبے کی تڑپ کو مومن بآسانی محسوس کر رہا تھا۔

”کوئی تیز نہیں..... وہ تو بہت ذہین لڑکی ہے۔“ حنیفہ تمام معاملے سے انجان سی دوبارہ مومن کی طرف پر امید نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے سامنے گرما گرم چائے کا گلاس رکھتی غزوہ بھی منتظر سی امین کو دیکھ رہی تھی۔

”مگر وہ بہت بد دماغ لڑکی ہے۔“ امین اندر ہی اندر بل کھا رہا تھا۔

”اوفوہ..... تو اس کا دماغ کب ٹھکانے پر ہوتا ہے اور..... اور تم..... اسے انٹی چیٹیاں نہ پڑھایا کرو۔ تم نے ہی اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔“

”جی ہاں..... میری ماما کا بھی اس کے بارے میں، میرے لیے یہی خیال ہے مگر میں سوچ سمجھ کر بالکل سچ کہہ رہا ہوں..... راحمہ بہت تیز طرار، بد دماغ لڑکی ہے خالہ جان۔“

”اوفوہ تم دھیان سے مانتے تو کر لو پہلے۔“ غزوہ نے اسے پھر شروع ہوتے دیکھ کر ڈپٹا اور خالی برتن ٹیبل سے اٹھانے لگی۔

”تو خیر ہے یا تمہیں کیا اعتراض ہے اس پر۔“ مومن مسکرا رہا تھا۔

”وہ یہاں..... اعتراض..... اعتراض ہے..... اعتراض کیوں نہیں۔“ امین یکدم ہی بہت بوکھلا گیا تھا۔

”سوچ لو اچھی طرح..... کیا واقعی تمہیں اعتراض ہے اس پر؟“ مومن نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر معنی خیزی سے پوچھا اور لمحے کے ہزارویں حصے میں امین کو اس کی شرارت سمجھ آ گئی۔

وہ پل میں ہی پرسکون ہونے لگا۔ اس کے لب آپ ہی آپ مسکرا نے لگے۔ دل مومن کا منوں ہونے لگا۔

”نہیں..... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ امین پرسکون سا بولا۔ حنیفہ نے امین کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت خراب ہونے کا اندیشہ لاحق ہو گیا ہو۔

”پہ..... مجھے تو اعتراض ہے۔“ مومن مگن سا کہہ رہا تھا۔

”خبردار کوئی فضول بات نہیں..... جب مجھے اس پر اعتراض نہیں تو پھر تم کون ہوتے ہو اعتراض کرنے والے۔“ امین نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

”یہاں میری شادی کی بات ہو رہی تھی۔“ مومن نے نیا دولا یا آج امین بہت برا پھنسا تھا۔ اس کی حالت نے مومن کو بہت لطف دیا۔

”اف تو بہ..... ایک تو لڑکے..... یہ کیا اعتراض، اعتراض کی رٹ شروع کر دی ہے تم دونوں نے۔“ حنیفہ سچ چکرا گئیں۔

”مجھے راحمہ کے لیے کوئی اعتراض نہیں میں تو بس یہی کہنا چاہتا ہوں۔“ امین نے جلدی سے کہا۔

”پر مجھے اعتراض ہے کیوں کہ وینزہ اور راحہ دونوں کو میں نے دل سے سگی بہنوں جیسی جگہ دی ہے، بالکل اسارا اور زارا کی طرح۔“ مومن نے امین کو مزید نہ ستانے کے خیال سے واضح بات کی تو امین کی بوجھل سانسیں بحال ہونے لگیں۔ ”گدھا، الو کی دم۔“ امین نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے گھور کے دل ہی دل میں کوسا جو آج اسے ٹھیک ٹھاک ہراساں کر گیا تھا۔ وہ پرسکون ہو گیا۔ حنیفہ بھی مطمئن ہو گئیں۔

”تو ٹھیک ہے..... آئندہ میں ان دونوں کی بات تم سے نہیں کروں گی..... وہ..... زرش..... ہاں زرش بھی تو کتنی پیاری لڑکی ہے..... تمہارے پاپا کو تو بہت ہی پسند ہے۔ وہ اکثر مجھ سے تمہارے لیے زرش کی بات کرتے رہتے ہیں۔“

”جی جی..... خالہ جان..... زرش تو بہت ہی زیر دست ہے ان دونوں کی جوڑی فٹا پٹا رہے گی۔“ امین چپک رہا تھا۔ حنیفہ فخر یہ مسکرا دیں۔

”اب بولو..... اب کیا کہتے ہو زرش کے بارے میں؟“

”ارے یہ کیا کہے گا خالہ جان..... ایک دم گھماڑ ہے یہ۔ آپ تو جانتی ہیں اسے بچپن سے۔ میرا مطلب ہے اس کے بچپن سے۔“

”کیوں مومن..... تم بھی تو کچھ بولو..... زرش کے لیے تو سوچا جاسکتا ہے۔“ مومن کی گہری چپ نے ایک بار پھر حنیفہ کی آس بندھائی۔

”آپ فی الحال..... اس موضوع کو یہیں کلوز رہنے دیں مُمی۔ میں کہیں بھاگانہیں جا رہا..... ہو جائے گی شادی بھی۔“ جتنے پرسکون انداز سے زرش کا ذکر ان کے درمیان میں آیا تھا۔ اس سے کہیں زیادہ بے سکونی اور اضطرابیت نے مومن کے دل پر غلبہ پایا تھا۔ حنیفہ تو ایک گہری سانس کے ساتھ سر ہاتھوں میں پکڑ کر رہ گئیں جب کہ امین کی مسکراہٹ یکدم دم توڑ گئی۔ اس نے بہت حیرت سے مومن کو دیکھا۔ زرش کے ذکر نے مومن کے تاثرات میں خوشی کا کوئی رنگ نہ بکھیرا تھا۔ امین شدت سے ٹھک کر چوبک گیا۔ اس نے غور سے مومن کو دیکھا۔ وہ چائے کا مگ خالی کرتے ہی وہاں سے اٹھ گیا۔

مومن کے چہرے کے کٹاثرات پاٹ تھے۔ اس کی آنکھوں میں جھنجلاہٹ کا عکس بڑا گہرا اور شدید تھا۔



آج امین ہمت کر کے راحمہ کی راہوں میں چلا ہی آیا۔ اس کے دل میں خوشگوار جذبات سے بوجھل امنگیں رقصاں تھیں۔ راحمہ اس وقت گھر میں تنہا تھی۔ یہ علوم ہونے کے بعد ہی امین یہاں آئے بغیر نہیں رہ سکا۔ وہ کافی روز سے موقع کی تلاش میں تھا کہ کب اسے راحمہ کے ساتھ تنہائی میسر آ جائے تو وہ اپنے دل کی کیفیت اس سے شیئر کر سکے۔ ہمیشہ کی طرح اس روز بھی راحمہ کے ساتھ اس کی ہلکی پھلکی نوک جھوک کے ساتھ خوشگوار باتوں کا آغاز ہوا۔ ابھی دوران مومن کی کال آ گئی۔ امین اس کے نمبر کو کھوتا رہا۔

”میں بڑی ہوں ایک گھنٹے کے بعد کال کرو۔“ امین نے مومن کو میسج روانہ کیا۔ چنانچہ یکنڈ بعد ہی مومن کا دوسرا پیغام رسید ہوا۔

”مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ آئی ایم اپ سیٹ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔“ مومن کے لفظ لفظ سے اضطراب سے جھٹک رہی تھی۔ امین چہرہ دیا۔

”پر مجھے تمہاری فی الوقت کوئی ضرورت نہیں۔ اپ سیٹ ہو تو زرش سے رابطہ کرو، مجھے تم بخشو۔“ امین نے چنانچہ چھڑائی مگر اسے مومن کا دوسرا میسج فوراً موصول ہوا۔

”انسان بنو..... یہ کیسی طوطا چاشمی..... بانی دی وے، کہاں ہو تم۔“

”میں راحمہ کے پاس ہوں..... امین نے سرسری سے انداز میں میسج مانپ کیا۔

”اچھا..... میں بھی کہوں کہ تم کس سرنگ میں جا پھنسے ہو۔ تو تم یہاں ہو۔“ مومن کا معنی خیز پیغام آیا۔

”خبردار تم یہاں نہ آ چکنا..... میں ایک گھنٹے بعد تمہاری طرف آ رہا ہوں؟ تم کہاں ہو اس وقت؟“ امین نے جلدی سے اسے مطمئن کرنا چاہا۔ مبادا وہ اسی وقت وہاں نہ آ جائے۔ اس کے میسج

کے جواب میں مومن نے کوئی جواب نہ بھیجا۔ امین نے چپک کیا مومن نے اس کا آخری میسج رسید نہیں کیا تھا اور اس کا موبائل بھی اب آف تھا۔ شاید وہ امین کی بے رخی پر ناراض ہو گیا۔

”میں زرش آپی کی طرف جانا چاہتی ہوں۔ آپ مجھے ان کے گھر تک چھوڑ دیں گے؟“ مگر ماگرم چائے کے ساتھ اسٹیکس اٹھائے اس کی طرف آتی راحمہ کہہ رہی تھی۔

”ہاں..... کیوں نہیں؟ چائے پیتے ہی نکلتے ہیں۔ پر..... آج گاڑی تو نہیں لایا..... بایک لایا ہوں۔“ امین نے مسکراہٹ کے ساتھ اسے بغور دیکھا۔

”چائے پیتے ہی نہیں بلکہ آپ کو کچھ دیر بیٹھ کر میرے ساتھ ماما کا انتظار کرنا پڑے گا۔ وہ بس آنے ہی والی ہیں..... مجھے بایک پر بیٹھنا پسند نہیں مگر مجبوری ہے۔ مجھے آج زرش آپی کے ہاں ضروری جانا ہے۔“ راحمہ بوٹی۔ امین سر اثبات میں ہلا کے چائے کے سپ لینے لگا۔ راحمہ کہہ رہی تھی۔

”مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آج آپ یہاں واقعی میرے لیے، میرا مطلب ہے کہ مجھ سے ملنے آئے ہیں؟“ وہ ہنوز سنجیدہ تھی۔

”ہاں میں بتا چکا ہوں کہ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔“ امین پر اعتماد تھا۔ راحمہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے اور سب کو اپنا اپنا کریکٹر پلے کرنا ہے۔“ امین آہستہ بہت سنجیدہ تھا۔ راحمہ شرارت سے مسکرائی۔

”جیسے کہ آپ تھیٹر کرنا چاہتے ہیں۔“ راحمہ نے کہا۔

”ہاں..... جیسے کہ میں تھیٹر کرنا چاہتا ہوں..... پر تھیٹر کے علاوہ بھی میرا اس دنیا کے اسٹیج پر کوئی دوسرا کریکٹر ہے جسے پلے کرتے ہوئے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوگی۔“

”آپ تھیٹر کب اسٹارٹ کریں گے؟ میں تو مری جا رہی ہوں انتظار میں۔ یونو..... تھیٹر مجھے شروع سے ہی بہت پسند ہے..... آپ کے تھیٹر کرنے کی خبر سے سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی تھی..... جتنی کہ خود آپ کو بھی نہیں ہوئی ہوگی۔“ راحمہ پر جوش تھی۔ امین نے ذرا سا ہنس کر کہا۔

”ہاں میں جانتا ہوں تمہیں اسکول کے زمانے سے ہی تھیٹر بہت پسند ہے اور تمہاری خوشی کی خاطر ہی میں نے اسٹارٹ کرنے کے بارے میں سوچا ہے۔“ امین نے دوسرا جملہ دل میں کہتے

ہوئے اسے گہری نظر سے دیکھا۔

”کیا آپ نے ایسا میرے اسکول کے زمانے سے ہی سوچنا شروع کر دیا تھا؟“ راحمہ اپنی بات شرارت سے مکمل کر کے ہنس پڑی تو امین نے بھی اس کا ساتھ دیا پھر گھمبیر لہجے میں سنجیدگی سے بولا۔

”یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ تمہاری طرح مجھے بھی تھیٹر پسند ہے۔“

”اوہ ہاں کس..... آج تک تو آپ نے کبھی یہ بات نہیں بتائی۔“ راحمہ کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔

”اور اگر آج میں تمہیں اس بات سے بھی زیادہ دلچسپ بات بتاؤں تو تم کو کیسا لگے گا؟“

”یہ تو اس بات پر منحصر ہے۔“

”اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ جیسے تمہیں تھیٹر پسند ہے ویسے ہی تم مجھے اچھی لگتی ہو تو؟“ امین کا لہجہ ہلکا پھلکا تھا۔

”آپ بھی مجھے اچھے لگتے ہیں۔“ راحمہ بھی ہلکے پھلکے انداز میں مسکرائی۔

”اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں.....“ امین نے اچانک ہر تمہید کا بند توڑتے ہوئے کہا۔

راحمہ کے چہرے سے مسکراہٹ پل بھر میں غائب ہو گئی۔ اس نے کچھ ٹھٹھک کر امین کی آنکھوں میں جھانکا وہ بالکل سنجیدہ تھا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں اگر میں یہ کہوں تو تم کیا کہو گی؟“

”اگر آپ یہ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں اور جو میں اس بات کا مطلب سمجھ رہی ہوں تو یہ ایک بہت گھٹی بات ہو گی۔“ راحمہ کے تاثرات یکلخت پتھر لیے ہونے لگے۔ امین اپنی جگہ سٹپا کے رہ گیا۔



اسے راحمہ کی طرف سے اس قدر شدید اور اہانت آمیز رد عمل کی بالکل بھی توقع نہ تھی۔ وہ ہمیشہ سے اسے ایک بہت ہی سمجھدار، مضبوط اور سلیجھی ہوئی لڑکی نظر آئی تھی مگر اس کا یہ انداز..... یہ روپ..... یہ لب و لہجہ..... امین نے بے چینی سے اپنی جگہ پہلو بدلا۔ اس کی پیشانی اہانت کے احساس سے دھکنے لگی۔ کئی لمحوں تک وہ کچھ بھی نہ بول سکا۔ راحمہ اسے سخت مایوس دیکھنے لگی۔ نظروں سے یوں کھو رہی تھی جیسے وہ ایک انتہائی بے ہودہ، بے حیثیت اور دوکے کا انسان ہو یا شاید اس سے بھی کوئی کمتر اور حقیر چیز۔ وہ بات کی گہرائی میں اترے بغیر زہر خندانہ انداز میں بولے چلے جا رہی تھی۔

”میں تو آپ کی بہت عزت کرتی ہوں..... آپ تو بڑے شریف سے انسان نظر آتے ہیں۔“ راحمہ کا لب و لہجہ بے حد زہریلا و تحارت آمیز تھا۔ امین نے سخت بے چینی کے عالم میں ایک دفعہ پھر پہلو بدلا۔ وہ اس کے لطیف جذبات کو بری طرح سے روند گئی تھی۔

”میں ذرا مختلف قسم کی لڑکی ہوں..... مجھے شادی سے پہلے اس طرح کی خرافات بالکل پسند نہیں بلکہ شادی کے بعد بھی شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے اس طرح سے سوچنے والے لڑکیاں شاید آپ کو تو پسند ہوں گی مگر میری سوچ اس سے بالکل مختلف ہے۔ راحمہ نے کمال مہارت سے اسے ایک اور گہری چوٹ لگائی۔ امین کا دم گھٹنے لگا۔

”آپ کو ایسا سوچتے ہوئے بھی شرم آنی چاہیے۔ آپ ایک پل کو اتنا تو سوچ لیتے کہ آپ کرنے کیا جا رہے ہیں۔“ راحمہ کی زبان کے سامنے آج کوئی اسپید بریکر بھی نہ رہا۔ وہ چن چن کر زہریلے لفظوں کا انتخاب کر رہی تھی۔

”میں ویسی لڑکی نہیں ہوں جیسی کہ آپ نے مجھے سمجھ لیا تھا۔ آپ کو اپنے اس قسم کے فضول جذبات کی تسکین کے لیے کہیں اور یا پھر یونیورسٹی میں آپ کی کسی یونیورسٹی فیلو سے ہی رجوع کرنا چاہیے تھا یا شاید شارٹ کٹ سوچ کر میں آپ کو آسان مار گٹ لگی..... ویسے آپ ایسے گتے تو نہیں جتنی فضول ور گھلیا آپ نے بات کہی ہے مجھ سے۔“

”اس دنیا میں کسی کو پسند کرنا کوئی جرم نہیں۔“ امین کا لہجہ قدرے مدافعا نہ مگر بہت کمزور تھا۔

”اور اس دنیا میں کسی کو پسند کرنا بھی کوئی جرم تو نہیں۔ ہر انسان کو اپنے کریکٹر سے ہٹ کر بھی کچھ سوچنا چاہیے۔“ راحمہ کا تیور لحوہ بلیو زیادہ خطرناک، اہانت آمیز اور ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ اس کی آخری بات نے امین جیسے حساس آدمی کی دھڑکنوں سے ساری لطیف امنگوں کا لہو نچوڑ کر رکھ ڈالا۔ وہ کچھ اچانک چند لمحات میں خود کو ٹوٹا اور چور چور ہونا محسوس کرنے لگا تھا۔ راحمہ اسے حقارت سے منہ سجائے اور تیور بگاڑے دیکھتی رہی۔ بہت سے لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔ امین جیسے انجانے جنگل میں کھڑا تھا۔ نہ دائیں بائیں کوئی منزل تھی، نہ آگے بڑھنے کا کوئی راستہ اور پتہ نہیں کس لمحہ امین کے ہاتھ اٹھے اور اس نے ٹائی بجا دی۔

”بہت خوب..... زبردست.....“ امین کے بھاری لہجے کی لڑکھڑاہٹ کو راحمہ کے سوا ہر کوئی محسوس کر سکتا تھا۔ راحمہ جو اپنے زعم میں پرسکون سی بیٹھی تھی، یکدم چونک کر امین کو دیکھنے لگی۔ امین عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔ وہ اس انداز کو فوری طور پر بالکل بھی سمجھ نہیں پائی۔

”تم تو واقعی ایک بہت ہی مختلف لڑکی ہو.....“ وہ ابھی تک ٹائی بجا رہا تھا مگر اس کے انداز، اس کے لب و لہجے، اس کے لفظوں یا اس کے تاثرات میں راحمہ کو اپنے لیے کوئی طنز یا حقارت محسوس نہیں ہوئی۔ وہ تو اسے سراہ رہا تھا۔ راحمہ کو یقین نہ آیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”تم جیسی لڑکیاں اس معاشرے کا خوبصورت جزو ہیں۔“ امین کے الفاظ بے حد خوبصورت اور وہ راحمہ کے لیے تھے۔ راحمہ کو یقین نہ آیا۔

”سوری آج میں نے خواہ مخواہ تمہیں پرکھنے کے شوق میں ہرٹ کر دیا۔“ امین اب دونوں ہاتھ سینے پر باندھے دھیرے دھیرے مسکرا رہا تھا۔ راحمہ جو گم صم ہی بیٹھی اپنے آپ میں سمٹ کر خجل اور پشیمان سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”میں تو واقعی تم کو ایک اچھی لڑکی سمجھ کر پسند کرتا ہوں اور میں نے جھوٹی تعریف نہیں کی تھی تمہاری۔ تم تو بہت سادہ ہو۔ میری بات کا غلط مطلب لے بیٹھیں۔“ امین کا لہجہ آہستہ آہستہ پھر سے مضبوط ہونے لگا۔

”وہ..... میں..... اوہ..... میں کبھی آپ سیریس ہیں۔“ راحمہ کی حالت بہت مضحکہ خیز تھی۔ وہ اپنا طنطنہ چھوڑ کر ایک بار پھر سے بہت سوہ نظر آنے کی کوشش میں گڑبڑاتی امین کو سخت احمق دکھائی دی۔ وہ جبراً مسکرا رہا تھا لیکن اس کی اندرونی کیفیات اندر ہی اندر بھجی رہی تھیں۔

مومن اندر ڈرانگ روم سے آتی آوازیں سن کر گہرے سناٹے میں آ گیا تھا۔ امین..... راحمہ؟ مومن کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ راحمہ نے امین کو نہایت جاہلیت بھرے انداز میں بے دردی سے مسٹر کر دیا تھا۔ اسے امین کی حالت پر ترس آ گیا..... وہ مومن کے سامنے نہیں تھا پر مومن بن دیکھے بھی امین کے دل کی زخمی حالت سمجھ سکتا تھا۔

مومن جانتا تھا کہ پچھلے کئی برسوں سے راحمہ کے لیے اپنے دل میں پسندیدگی کے جذبات سنبھالے بیٹھا تھا۔ جس کا وہ آج راحمہ کے سامنے اظہار بھی کر چکا تھا۔ پر راحمہ..... مومن کو راحمہ اس دنیا کی بیک وقت سبک دل اور بد قسمت لڑکی نظر آئی لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ امین وہاں پھر سے کبھی بھی راحمہ کے لیے ایسا کچھ سوچنا بھی گوارا نہ کر سکے گا۔ وہ امین کی فطرت سے واقف تھا۔ اسے وقت پر اس کی حسد خواہش شے نہیں ملا کرتی تو وہ وقت گزرنے کے بعد اس شے کے پلٹے ہوئے بھی اسے قبول نہیں کرتا تھا اور پھر یہ تو اس کی مراد تھی، اس کی عزت نفس کا معاملہ تھا۔ یہاں آتے ہوئے مومن سوچ رہا تھا کہ آج اس نے ونیزہ کو اپنے دل کی ساری کیفیات، سارے جذبات و منفی جذبات ساری امنگوں اور بدگمانی والی سوچیں زرش پر صاف صاف واضح طور پر آشکارا کر دینے کا فیصلہ کر کے بہت مناسب راستہ اختیار کیا تھا۔ اس نے ونیزہ کو کہا تھا۔

”ونیزہ! تم زرش کو بتا دینا کہ اگر وہ مجھ سے محبت کرتی ہے تو پھر بھی میں اس کی محبت سے دل سے مطمئن نہیں ہوں کیونکہ اس کے دل میں، میرے لیے جذبات، احساسات میں بہت کمی ہے..... ایسا لگتا ہے کہ وہ میرے خوف کی وجہ سے مجھے پسند کرتی ہے اور میں اس کی زندگی میں ضروری تو ہوں پر اہم نہیں۔ میں اسے چھوڑ نہ دوں۔ بس اسی خدشے کے تحت وہ کسی بھی طور میرے ساتھ مراسم استوار کیے رکھنے پر مجبور ہے اور مجھے مجبوری کا تعلق یا اور کوئی بندھن کسی بھی صورت میں قبول نہیں اور مانگنے کی محبت کا میں قائل نہیں اور اگر وہ صرف میری وجہ سے میرے ساتھ چلنے پر بحالت مجبوری تیار ہے تو اسے کہنا کہ وہ ابھی سے مجھ سے اپنے تمام راستے الگ کر لے۔“ وہ ونیزہ کو یہ سب کہہ کر مطمئن تو نہ ہوا پر یہ احساس اس کے دل میں کہیں جاگزیں ہو گیا تھا کہ اس نے

جو بھی کیا بالکل ٹھیک تھا۔ وہ ابھی راستے میں تھا کہ اس کا سیل فون بج اٹھا جسے اس نے یہاں آتے ہوئے آن رکھا تھا۔

”ہیلو..... امین سب خیریت..... تو کہاں؟“ معلوم نہیں کیوں امین کی کال ریسیو کرتے ہی مومن کے لبوں سے پہلا فقرہ یہی ادا ہوا تھا۔ بعد میں اسے احساس ہوا کہ اسے امین کے سامنے انجان ہی رہنا چاہیے۔

”ہاں سب خیریت ہی ہے..... تم کہاں ہو.....؟ تم نے مجھ سے کوئی ضروری بات کرنی ہے..... تم نے مجھے متیج کیا تھا..... وہ کیا ضروری بات ہے۔“ امین کا لہجہ اسے ہمیشہ سے کچھ بے دم اور ٹھہرا ٹھہرا محسوس ہوا..... کیوں.....؟ یہ تو مومن جانتا ہی تھا۔

”کیا بات ہے یار.....؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔ مومن کو اس شخص پر بہت پیار آیا جو خود بہت اذیت میں تھا پر اس سے، اس کی الجھن دریافت کر رہا تھا۔

”میں..... تمہارے لیے پریشان..... اور فکر مند ہوں۔“ مومن نے اچانک کہا تو امین کو ٹھینا چہرے کا سامنا کرنا پڑا۔

”کیا.....؟“ امین اس سے زیادہ کچھ نہ بول سکا۔

”ہاں..... ماں یا میں تمہارے لیے بہت پریشان ہوں کہ خواہ مخواہ زندگی میں تمہارے ساتھ کچھ ایسا ویسا نہ ہو جائے۔ اب دیکھو ماں تم ہو بھی کتنے لا پرواہ اور سادہ..... یونیورسٹی میں ویسے تو ہم زیادہ تر ساتھ ساتھ ہوتے ہیں پھر بھی مجھے یہ سوچ پریشان رکھتی ہے کہ تم جیسا پیارا انسان خواہ مخواہ کسی غلط لڑکی کے ہتھے چڑھ گیا تو تمہارا تو جو حال ہو گا سو ہو گا خود میرے لیے بھی بڑی مصیبت بن جائے گی یار.....“

دوسری طرف امین نے شاید مزید حیرت کے عالم میں کچھ کہنے کی کوشش میں لب کھولے پر مومن کو پتہ نہیں اس سے کیا خدشہ لاحق تھا..... شاید یہ کہ کہیں وہ راحہ کا تذکرہ نہ کر بیٹھے..... ہاں مومن کو یہی خدشہ تھا۔ اسی لیے اس نے اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا اور اسے مزید حیران کر دیا۔

”تمہاری معلوم نہیں کیا پسند ہے، کیا نہیں پر میں نے بہت سوچ سمجھ کر تمہارے لیے ایک لڑکی..... ایک بہت ہی سمجھدار، نیک سیرت، معصوم، سادہ اور پیاری سی لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے اتنا حق تو دو گے کہ تمہارے لیے کچھ بہت ہی اچھا سوچوں..... اتنا اچھا جتنے کہ تم اچھے ہو۔“ مومن نے کہا تو امین چپ رہا۔

”پوچھو گے نہیں کہ وہ لڑکی کون ہے؟“ مومن کا بس نہ چلتا تھا کہ کسی بھی طرح امین کی زندگی سے ٹھکرائے جانے کے زہر کے اثر کو ختم کر دے۔ امین چپ ہی تھا۔ مومن اس خاموشی کے پیچھے جیسی اذیت کو صاف محسوس کر سکتا تھا۔ تصویر کی آنکھ سے دیکھ بھی سکتا تھا۔

”تم..... تم کہاں ہو مومن..... میں..... تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں..... میں تم سے کوئی بات شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ میں اب تھیر بھی نہیں کروں گا۔“

”تم مجھ سے ساری باتیں شیئر کرنے کا حق رکھتے ہو..... پر پہلے میری بات کا جواب دو.....“

”تم کہاں ہو مومن؟“ امین اس کے پاس پہنچنے کو بے تاب تھا۔

”یار میں زرش کی طرف جا رہا ہوں..... وہاں سے مجھے ونیزہ کو پک کر کے اس کے کمر چھوڑنا ہے..... تم بھی وہیں آ جاؤ اگر آنا چاہتے ہو..... بلکہ تم وہیں آ جاؤ۔“ مومن نے یہ کہتے ہی رابطہ منقطع کرنا چاہا۔ امین کی آواز آئی۔

”وہ..... یار وہ لڑکی..... وہ لڑکی؟“ امین چاہتے ہوئے بھی بات مکمل نہیں کر پایا۔ مومن کسی امید کے سہارے مسکرا اٹھا۔

”ونیزہ..... میں نے تمہارے لیے ونیزہ کا انتخاب سوچا ہے..... وہ بہت مہربان..... رحم دل..... بہت پیاری لڑکی ہے..... تم نے دیکھا تو جہاں سے اور میں کیا تعریف کروں اور اگر کبھی غور سے تم نے اسے نہیں دیکھا تو پھر آ جاؤ..... آج دیکھ لو..... جلدی میں کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں، وہیں..... کم آن۔“ مومن نے امین کو کچھ دیر تنہا اور ریلیکس ہو کر اس کی زندگی کے بارے میں اسے نئے رخ سے سوچنے کے لیے کچھ وقت دینا ضروری سمجھ کر رابطہ منقطع کر دیا اور گاڑی کی اسپینڈ بڑھادی۔ وہ جلد زرش کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ ونیزہ نے اسے صاف

بتادیا تھا کہ وہ آج اور ابھی..... اسی وقت جلد از جلد زرش تک اس کے خیالات پہنچا دے گی۔ ونیزہ نے اسے کہا تھا کہ جب تک وہ زرش سے کھل کر بات نہ کر لے وہ کوئی حتمی فیصلہ نہ کرے..... اور مومن جو دل ہی دل میں حتمی فیصلہ کرنے کے لیے بھی بے چین تھا اب جلد از جلد زرش تک پہنچنے کے لیے بہنا ب تھا۔ ونیزہ اسے زرش کے کمر پر اس کے پاس ہی ملی..... مومن کو دیکھتے ہی ونیزہ کی صورت پر جھلکتی پریشانی گہری ہونے لگی۔ زرش مطمئن اور پرسکون تھی اور جس طرح وہ مومن کو دیکھ کر کھل اٹھی تھی۔ مومن کو صاف اندازہ ہو گیا تھا کہ ابھی ونیزہ نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔

”تم کب آئیں؟“ ونیزہ کو دیکھتے ہی وہ پوچھنے بنا نہ رہ سکا۔

”ابھی پانچ منٹ گزرے ہیں اسے آئے ہوئے اور آتے ہی دیکھیں تو مومن اس نے کیسی صورت بنا لی ہے جیسے برسوں کی بیمار ہو۔“

”اس کی ساری بیماری کا ابھی علاج کر دوں گا۔“ مومن نے ونیزہ کے سر پر چپٹ لگائی۔ ونیزہ اسے شاکی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”آپ بیٹھیں..... میں نے بڑا زبردست اپیل جوس بنایا ہے..... آج آپ کو سادہ پانی نہیں جوس پلاؤں گی۔“

”ہاں ہاں بھئی..... آج تو تمہارے ہاتھوں سے زہر بھی پینے کو تیار ہوں۔“ مومن صوفے پر گرنے کے سے اٹھ کر بیٹھا تو زرش نے اسے کھورا۔

”ایسا نہ کہیں پلیز..... میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ آپ ہمیشہ مجھ سے یہاں آتے ہی سادہ پانی طلب کرتے ہیں۔“

”تم بچن میں جاؤ..... میں نے ابھی تک لٹچ نہیں کیا ہے ایسے ہی بھوکا یہاں آ گیا ہوں..... فنانٹ اچھا سانچہ تیار کرو۔“

”چکن بریانی دم پر ہے تھوڑا سا انتظار کر لیں۔“ زرش بولی تو وہ چکن بریانی کے مام پر خوش ہو گیا۔

”واہ..... یہ ہوئی ماں بات۔ امین کو بھی بریانی بہت پسند ہے۔ وہ بھی بس آتا ہی ہوگا۔ ونیزہ تم جاؤ ذرا کچھ دیر اسے باہر لان میں ہی روکنا مجھے زرش سے کچھ اچھی اچھی باتیں کرنی

ہیں۔“مومن کے سنجیدہ چہرے پر شریر مسکراہٹ بکھری۔ زرش ونیزہ کے سامنے جھینپ گئی۔ ونیزہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں مومن کو خفا خفا سی نظروں سے دیکھتی باہر نکل گئی۔

”ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔“ ونیزہ کے جاتے ہی مومن کو اپنی طرف ٹٹکی باندھو دیکھتے پا کر زرش اپنے آپ میں سنبھل گئی۔

”میرے پاس آ جاؤ۔“ وہ صوفے کی بیک پر سر دھرے نیم وا آنکھوں سے دیکھتا، اسے اس دن والا مومن لگا جب پہلی بار وہ اپنے دل کا حال بیان کرنے اس کے پاس آیا تھا۔

”میرے پاس آؤ۔“ مومن کے ان خمد آلود غظلوں نے زرش کو شپٹا دیا۔

”پلیز..... اچانک آپ کو کیا ہو جاتا ہے..... پلیز..... پلیز آپ کا یہ انداز انہیں مجھے کنفیوژ کر دیتا ہے۔“ وہ دھیرے سے منمنائی۔

”کنفیوژ کر دیتا ہے یا اچھا نہیں لگتا؟“ مومن سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے اسے بغور دیکھنے لگا۔ آج زرش کی شپٹا بہت معلوم نہیں کیوں مومن کو بری نہیں لگ رہی تھی۔ شاید امین کے دل پر لگنے والی

گہری چوٹ نے مومن کو بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ ایسی بہت سی باتیں جو زرش اسے نہ سمجھا سکتی تھی۔ اس وقت نے مومن کو بہت واضح کر کے سمجھا دی تھیں۔ مومن کو سمجھ میں آ گیا تھا۔ زندگی کا یہ

فلسفہ..... کہ یہ کوئی کھیل..... کسی وقت گزاری کا نام نہیں..... بلکہ خالق کائنات نے زندگی کو بہت اہم مقاصد کے لیے تخلیق کیا ہے اور ان مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک مکمل اور زندگی سے بھرپور

دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ زندگی ہمیشہ سب کچھ پانے کا نام بھی نہیں بلکہ کچھ کھو کر پانے کا نام زندگی ہے۔

اور بہت ممکن تھا کہ جب مومن زرش کے پاس اظہارِ دل کے لیے آیا۔ زرش مومن کے جذبات کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتی جو کہ راحہ نے امین کے ساتھ کیا۔ بہت ممکن تھا کہ امین کی جگہ

مومن ہوتا..... بہت ممکن تھا کہ مومن کو یوں کڑے وقت میں سنبھالنے والا، محبت سے اور استحقاق سے تھامنے والا بھی کوئی نہ ہوتا جیسے کہ مومن نے امین کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ جیسے مومن نے

امین کو سنبھال کر محبت اور استحقاق سے تھام لیا۔

”مجھے آپ کی ساری باتیں، سارے انداز، سارے جذبات اچھے لگتے ہیں کیونکہ وہ سب میرے لیے ہیں..... پر مومن انسان کے لیے صرف اس کا دل، اس کی خواہشات ہی تو اہم اور



ضروری نہیں بلکہ انسان کے لیے سب سے اہم اس کا مذہب ہوتا ہے بحیثیت مسلمان کسی بھی مسلمان کو یا پھر بالفرض مجھے.....“

”بس.....“ مومن یکلخت اٹھ کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا اور زرش کے کچھ بھی سمجھنے سے پہلے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پھر ایک خوبصورت مسکراہٹ اس کی حیران آنکھوں پر نچھاور کر کے اسے باہر لان کی سمت لے آیا۔ جہاں امین ونیزہ کے ہمراہ موجود تھا۔ ونیزہ پہلے سے بھی زیادہ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔ دونوں کو دیکھتے ہی وہ ان کی طرف لپک آئی۔

”خیریت۔“ مومن نے امین کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ امین گردن کھجاتے ہوئے مسکرا دیا۔ اس کے چہرے کی تھکاوٹ میں مومن کو دنیا کی خوبصورت ترین مسکراہٹ نظر آئی۔

”ونیزہ اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہے بھئی۔“ مومن نے زرش کے پیچھے تقریباً چھپ کر کھڑی ونیزہ کو دیکھ کر کہا۔

”وہ..... میں نے تمہارے انتخاب کے بارے میں ونیزہ کو بھی بتا دیا ہے۔“ امین نے مومن کو مخاطب کیا۔

”کیا..... مگر آپ نے تو کہا ہے کہ یہ خود آپ کا اپنا فیصلہ ہے۔“ وہ اور بھی زیادہ الجھتی ہوئی امین کو گھورنے لگی۔

”ایک ہی بات ہے۔“ امین بے چارگی سے شانے اچکا کر رہ گیا۔

”پُر.....“ ونیزہ ہلا جواب ہونے لگی۔ مومن نے اس کے سر پر چپٹ لگائی۔

”تم صرف ہاں یا ناں بلکہ صرف او صرف ہاں کرنے والی بات کرو..... لڑکا پسند آیا کہ نہیں؟“ مومن شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ ونیزہ ہنستا ہوا چہرے کے ساتھ بے اختیار لجا کر مسکرا دی۔

”ہاں مگر..... لڑکے کو کہہ دیں کہ آئندہ اپنی زندگی کے ہر فیصلے کو تنہا کرنے کی عادت ڈال لے۔“ ونیزہ یکلخت فرانے سے کہتی اندر کی طرف لپکی۔ امین بری طرح کھسیا گیا۔ زرش اور مومن

کا قہقہہ بے ساختہ اور زندگی سے بھرپور تھا۔ امین بھی مسکرا دیا۔ زندگی سے بھرپور ہنسی ہنستے مومن نے اسے سینے سے لگا کر بھینچ لیا۔

Rancha

